العطایا الاحمدیہ
فی
فتاویٰ نعیمیہ
صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خاں نعیمی
ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۰ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

مجموعہ

العطایا الاحمدیہ فی فتاوی نعیمیہ

سنہ ۱۳۹۶ھ و سنہ ۱۹۷۶ء

جلد چہارم

مصنفہ

مفتی دار العلوم غوثیہ نعیمیہ و شیخ الحدیث

صاحبزادہ اقتدار احمد خان نعیمی قادری بدایونی

ملنے کا پتہ نعیمی کتب خانہ گجرات

ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز ۹، الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
فون: ۲۲۵۰۸۵-۷ - ۷۲۲۱۹۵۳

نام کتاب ——— العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ

جلد ——— چہارم

نام مصنف ——— صاحبزادہ اقتدار احمد خان قادری اشرفی

اشاعت ——— نومبر ۱۹۹۹ء

تعداد ——— ۱۱۰۰

کتابت ——— سیف اللہ شاہد کاتب حضرت کیلیانوالہ

ہدیہ ———

ناشر ——— نعیمی کتب خانہ گجرات
ضیاء القرآن لاہور

ملنے کا پتہ

نعیمی کتب خانہ احمد یار خان روڈ گجرات پاکستان

۷۸۶ —————— ۹۲

فتوای۔ تمام مسلمان مردوں کو خواہ کسی بھی عمر والا ہو کالا خضاب لگانا حرام ہے

سوال نمبر ۱:۔

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلے میں کہ کیا مسلمان مرد اور عورت کو جب کہ اُس کے بال بڑھاپے سے سفید ہو جائیں۔ سر یا داڑھی پر کالا خضاب لگانا جائز ہے یا حرام یا مکروہ تنزیہی یا تحریمی۔ آج کل اکثر مساجد کے امام داڑھی اور سر کے بالوں پر بالکل سیاہ خضاب لگاتے ہیں اور امامت بھی کراتے ہیں۔ جب ان سے پوچھا جائے تو کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیتے مگر خضاب لگانے سے باز بھی نہیں آتے۔ ابھی حال ہی میں مکتبہ ضیاءُ القرآن لاہور کی مطبوعہ ایک چھوٹی سی کتاب ہماری نظر سے گزری جو تقریباً اڑتالیس صفحات کی ہے۔ اُس کے مصنف خطیبِ اہلِ سنت علامہ اوکاڑوی ہیں۔ ہم ان کو بہت اچھی طرح بچپن سے جانتے ہیں پہلے یہ نعت خوان تھے پھر دینی علوم حاصل کر کے عالم دین بنے اہلِ سنت والجماعت کے بہت بڑے قابلِ فخر خطیب ہیں۔ مولانا قبلہ غلام علی اکاڑوی صاحب کے شاگرد ہیں۔ وعظ اور تقریروں کی بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ نقشبندی سلسلے سے ہیں خود کو سنی بریلوی کہتے ہیں مگر یہ کتاب دیکھ کر ہم کو افسوس بھی ہوا اور حیرانی بھی۔ کہ انہوں نے کالے خضاب لگانے کو جائز قرار دیا ہے۔ حالانکہ تمام علماءِ اہل سنت اس کو حرام کہتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو حرمتِ خضابِ سیاہ پر ایک کتاب لکھی ہے اُس کے ہوتے ہوئے پھر جواز پر کتاب لکھنا ہم نہیں سمجھتے کہ ایک بریلوی سنی کے لیے یہ کہاں تک مناسب ہے۔ اس لیے آپ کے آستانے پر رجوع کر رہے ہیں کہ آپ اس کتاب کا مکمل جواب تحریر فرمائیں اور مکمل تردید فرماتے ہوئے اعلحضرت کا مسلک روشن فرمائیں۔ اس وقت آپ کے سوا کوئی ایسا صاحبِ قلم عالم نظر نہیں آتا جو ہماری

علمی تشنگی دور کر سکے۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔
دستخط سائلین۔ منجانب علماءِ اہل سنت سیالکوٹ وڈسکہ۔
عبداللطیف شیرازی وغیرہ 9/9/91

بعونِ العلاّم الوہاب

الجواب

آپ کا مرسلہ استفتاء اور کتاب مسمّٰی "مسئلہ سیاہ خضاب" وصول ہوئی۔
میں نے اس کتاب کا بہت غور سے مطالعہ کیا، اس کتاب کی علمی کمزوریوں نے مجھے حیران کر دیا مزید حیرانی یہ کہ ٹائٹل پر القابات کے سلسلے میں حضرت علامہ مرحوم کو مجدد مسلک اہل سنت بنایا گیا ہے۔ حضرت علامہ کو میں بھی بہت اچھی طرح قریب سے جانتا ہوں۔ مگر ان کی اس کتاب کا مجھ کو علم نہیں تھا۔ حضرت علامہ اب وفات پا چکے ہیں اس لیے ان سے تو کچھ استفسار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اُن کی زندگی میں جب ایک دفعہ گجرات شہر میں میری اُن سے ملاقات ہوئی اور ان کی خضاب سیاہ لگی داڑھی مبارک کی وجہ سے ان کی اعزازی امامت میں اُن کے پیچھے میں نے باجماعت نماز پڑھنے سے انکار کر دیا تو وہ از راہِ احترام یا لحاظ مصلے سے ہٹ گئے تھے اور نماز نہ پڑھائی تھی بعدہٗ میں نے مسئلہ خضاب پر اُن سے گفتگو کرنا چاہی تو یہ فرما کر کہ اس وقت میرا ذہن اِس مسئلے پر حاضر نہیں ہے۔ معذرت چاہ لی تھی ایک اور ساتھی نے ان سے پوچھا کہ آپ نے صاحبزادہ سے اس مسئلے پر گفتگو کیوں نہ فرمائی تو بقول اُس ساتھی کے فرمایا کہ یہ میرے استاد کا استاد خانہ ہے میں یہاں کسی مسئلہ پر مباحثہ نہیں کر سکتا۔ حضرت علامہ کمال فیاضانہ طبیعت کے مالک تھے اور ہم میں سب سے زیادہ اَخلاقِ حسنہ والے کسی مسئلے پر اختلاف ہونا علیحدہ بات ہے مگر جہاں تک علمی قابلیت اور وجاہت بشری کا تعلق ہے تو حضرت مرحوم بہت بلندیوں پر تھے۔ اس کتاب کی علاوہ دیگر کتب عظیم علمی سرمایہ ہے۔ عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار تھے۔ تمام اہل سنت اور خاص کر اہل کراچی پر آپ کے علمی احسانات بہت ہیں۔ وہ مفتی شفیع دیوبندی جن کو وہابیوں اور اہل دیوبند نے خدا بنایا ہوا تھا ان کی طاغوتیت کو اگر کسی نے توڑا تو وہ

اِن کی ہی باکمال ذات تھی اِن کارہائے درخشاں کو بھلایا نہیں جا سکتا۔ میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اُن کے خاندانی چمن میں ہمیشہ بہار رہے۔ آپ کی مرسلہ کتاب جو غالبًا اُن کی وفات کے بعد پہلی مرتبہ طبع ہوئی اس کے مسئلے سے مجھ کو واقعی اختلاف ہے جس کا تردیدی جواب میں ضرور ضرور آپ کو دوں گا کیونکہ آپ کے استفتا کے بعد یہ تسلی بخش جواب دینا مجھ پر فرضِ علمی ہے مگر تصنیفی اعتبار سے حضرت علامہ مرحوم کی یہ کتاب بہت اہمیت اور ادب والی ہے۔ مسئلہ دلائل اگرچہ کمزور ہے لیکن طرزِ تحریر بہت میٹھی باادب واحترام ہے۔ رہا ٹائٹل پر لفظ مجدد کا لقب لکھنا تو اس بات کا مجھ کو یقین ہے کہ ان کی خواہش سے یا اُن کے اپنے قلم سے یہ نہیں لکھا گیا بلکہ بعد کے کسی ایسے عقیدت مند نے یہ لکھا ہے جو مجدد کی شرعی حیثیت اور اسلام کے اس اعلیٰ منصب کی حقیقت سے قطعًا ناواقف ہے یہ منصب وھبی ہے کسبی نہیں جو کسی ڈگری سند، سرٹیفکیٹ، یا تمغہ کی طرح کسی تھالی میں رکھ کر پیش کر دیا جائے اور جسے چاہا دیدیا جائے یا جو شخص چاہے جس کو چاہے مجدد بناتا پھرے یہ مرتبہ عظمیٰ تو خاص عطیۂ الٰہیہ ہے۔ جس کو حاصل کرنے اور نبھانے سنبھالنے کے لیے ہزار ہا صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔ فی زمانہ اسلامی مناصب۔ مدارج اور دینی ذمہ داریوں والے مخصوص تعارفی صفاتی القابات کا استعمال ایک فیشن بنتا جا رہا ہے۔ ہر شخص مفتی و علامہ اور مجدد و مجتہد بنا پھر رہا ہے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں جب کہ دنیوی عہدوں میں کوئی اپنے آپ کو پولیس کا سپاہی یا تھانیدار نہیں کہہ سکتا۔ ڈی۔ سی۔ ایس پی۔ کہنا کہلوانا یا لکھنا تو بڑی بات ہے اور اگر کوئی بیوقوف ایسا کرے بھی تو اُس کو جعلی تھانیدار بننے کے جرم میں گرفتار کر کے قانونی سزا دی جاتی۔ کہ یہ اس عہدے اور منصب کی توہین ہے۔ مگر آج اسلامی عظیم عہدوں کی کوئی بھی توہین کرتا پھرے کوئی گرفت نہیں۔ لیکن کوئی شخص یہ نہ بھولے کہ جس طرح جعلی تھانیدار وغیرہ بننا اِس عہدے کی توہین ہے اور ایسے جعلی بننے بنانے والوں کو ملکی قانون سزا دیتا ہے۔ اِسی طرح جعلی مفتی۔ مجدد مجتہد وغیرہ بننا بنانا بھی اِن اسلامی عہدوں کی توہین و گستاخی ہے جس کی سزا آخرت میں یقینًا ملے گی اللہ تعالیٰ ہم سب کو بچائے۔ دنیا میں تو لوگوں نے اس چیز کو کھیل بنا لیا ہے لیکن آخرت میں۔ دیگر جرائم کی طرح اس جرم کا پتہ چل جائے گا۔ نیز مجدد

مسلک اہل سنت لکھ کر۔ لکھنے یا لکھانے والے نے مزید نادانی کا ثبوت دیا کیونکہ اضافت سے مجددیت کو تقسیم کر دیا۔ حالانکہ یہ خداداد عہدہ علاقہ یا حصہ دار علمی یا علاقائی منصب نہیں ہے تو بفرمانِ حدیثِ مقدس ہر صدی بعد پورے عالمِ اسلام کے لیے ایک ہی خوش قسمت و با اصلاحیت شخصیت پر عطیۂ الٰہیہ ہوتا ہے اور اسلام کے ہر شعبہ میں پورے سو سال تک اس ہی ایک مجدد منجانب اللہ کے فیوض و برکات و تجدیدی کارنامے جاری و طاری رہتے ہیں یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص مجددِ مسلک اہل سنت ہو اور دوسرا کوئی مجدد مسلک اہل حدیث ہو۔ یا نماز کا مجدد علیحدہ زکوٰۃ کا مجدد علیحدہ۔ صبح کا علیحدہ شام کا علیحدہ۔ پھر تو ایک ایک وقت میں سینکڑوں مجدد بنتے چلے جائیں گے ہر شوقین آدمی اپنے گھر کا علیحدہ مجدد بن بیٹھیگا۔ یہی وہ غلط عقیدت مندی ہے جو قیامت کی نشانیاں ہیں وَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی یہ تو تھا پہلے ٹائٹل کی اُلقابی عبارت پر تبصرہ اور شرعی گرفت اب آئیے اندر کے مسئلے کی طرف تو چونکہ اس مسئلے کے جواز پر میرے پاس ایک چھوٹی سی اور مکمل کتاب بھیجی گئی ہے اس لیے میں بھی اس کا تحریری تردیدی جواب صرف سطری فتوے کی شکل میں نہیں بلکہ مکمل ہر ہر سطر کا مدلل جواب دیتے ہوئے ایک کتاب ہی کی شکل میں پیش کروں گا۔ اور اصول جواب کے مطابق پہلے شرعی مسئلہ اور کالے خضاب کا اسلامی حکم۔ پھر اُس کے تمام دلائل اور پھر دیگر فقہاءِ کرام ائمہ مجتہدین کے نظریات و مسلک اور پھر حضرت محترم علامہ مرحوم کے پیش کردہ تمام دلائل کا نمبروار جواب تاکہ موافقین سائلین کی تسلی و تشفی کے لیے اور مخالفین کی مزید مخالفت و اعتراض و سوال کرنیکی کی رکاوٹ میں کوئی گوشہ تشنہ یا کسر باقی نہ رہے سب توفیقیں میرے اللہ تعالیٰ کو ہیں وہ ہی مجھ پر اس تحریر میں آسانیاں اور درستیاں نازل فرمانے والا ہے وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَاِلَیْہِ الْمَصِیْرُ۔

قانونِ شریعت کے مطابق متفقہ طور پر تمام اَئمہ اربعہ مجتہدین کے نزدیک مسلمانوں کو اپنے سر اور داڑھی شریعت کے بالوں پر بالکل سیاہ خضاب لگانا قطعاً حرام ہے جو دلائلِ قطعیہ سے ثابت ہے۔ اگرچہ متعدد احادیث سے اس کی حرمت ثابت ہے اور ایک مسلمان کی تسلی کے لیے تو آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہی کافی ہیں۔ مگر فی زمانہ مخالفین کے جاہلانہ اعتراض کے پیش نظر۔ احادیثِ مبارکہ

کے ذکر کے بعد فقہاءِ اُمت کے اقوال بطورِ دلائل پیش کیے جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔
پہلی دلیل۔ مسلم شریف جلد دوم کتاب اللباس ص ۱۹۹ ۔ اور ابو داؤد جلد دوم ص ۲۲۲، نسائی شریف دوم ص ۲۳۶ مطبوعہ سعید کراچی۔ پر ہے کہ حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد محترم فتح مکہ کے دن جو ۸ھ میں ہوئی جب حاضر بارگاہِ رسالت ہوئے اس وقت حضرت ابو قحافہ کی عمر اکانوے ۹۱ سال تھی چھ سال بعد ۱۴ھ میں وفات ہوئی ہے۔ ستانوے سال شمسی سال ۶۲۹ء۔ اور ۶۳۵ء تو سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی داڑھی اور سر کے بال سفید دیکھ کر ارشادِ پاک فرمایا۔ غَیِّرُوْا ھٰذَا بِشَیْئٍ۔ وَاجْتَنِبُوْا السَّوَادَ۔ (الخ) ترجمہ:۔ اے لوگو اس طرح کے بالوں کو متغیر کردو۔ اور سیاہ رنگ کرنے سے بچتے رہنا۔ اس کو مسند احمد اور ابن ماجہ میں بھی روایت کیا گیا ہے۔ اس حدیثِ مقدس کی مختصر تشریح۔ حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایت کردہ یہ حدیث ظاہراً تو حضرت ابو قحافہ رضہ کو دیکھ کر فرمائی گئی لیکن غَیِّرُوْا اور وَاجْتَنِبُوْا السَّوَادَ۔ جمع کے صیغے بتا رہے ہیں کہ یہ حکم ہر مومن مسلمان مرد کے لیے ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔ یعنی تا قیامت ہر مسلمان بلا قید عمر اپنے کسی بھی سفید بال پر جو بڑھاپے کی وجہ سے سفید ہوئے ہوں کالا رنگ نہیں لگا سکتا اور بیماری سے سفید ہونا یہ شاذ و نادر ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ طبی اور فقہی لحاظ سے عام طور پر پچاس سال کے بعد بڑھاپا شروع ہو جاتا ہے جیسا کہ فِی الْمَھْدِ وَکَھْلًا: کی تفسیر میں مفسرین نے فرمایا وَاجْتَنِبُوْا۔ کی تنبیہ شدید سے حرمتِ خضابِ اَسْوَدْ ہی ثابت ہو رہی ہے اس کو کراہت یا مکروہ تنزیہی پر محمول نہیں کیا جا سکتا امام نووی مالکی محی الدین ابو زکریا یحییٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرح مسلم میں اسی حدیث پاک کے اسی لفظ وَاجْتَنِبُوْا سے استدلال بیان کرتے ہوئے کالے خضاب کے حرامِ قطعی ہوتے پر مذہب امام مالک بیان فرمایا۔ جس کی مکمل عربی عبارت انشاء اللہ تعالیٰ اگلی سطور میں بیان کی جائے گی۔ بعض نفس کے بندوں نے یہاں وَاجْتَنِبُوْا۔ کے ساتھ ہُ ضمیر کا اضافہ وضع کر دیا۔ احادیث میں اس طرح کی ملاوٹ کرنا تخریب کاری ہے اور اس ملاوٹ وضعی سے ناجائز فائدہ حاصل کرتے ہوئے کتاب ھذا کے مصنف مرحوم نے اس ضمیر کا مرجع ابو قحافہ کو بنایا جو سراسر غلط اور نادانی ہے۔ اس کا مکمل جواب اگلی

سطور میں دیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ بہر حال تقریباً تمام کتب احادیث میں۔ وَ اجْتَنِبُوْا السَّوَادَ۔ ہی ہے۔ ضمیر کو شامل کرنا اور حدیث پاک کو توڑ موڑ کر بیان کرنا ایک نفسانی خواہش ہے۔ دوسری دلیل۔ ابو داؤد شریف جلد دوم صـ ۲۲۲ اور نسائی شریف جلد دوم صـ ۲۳۶۔ طبع کراچی ایچ ایم سعید میں ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَکُوْنُ قَوْمٌ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ یَخْضِبُوْنَ بِھٰذَا السَّوَادِ کَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ۔ لَا یَجِدُوْنَ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ۔ ترجمہ:۔ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ فرمایا آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر زمانے میں ایسی قومیں بھی پیدا ہو جائینگی جو اس کالے رنگ والی جڑی بوٹی اور مسالے سے اپنے بالوں کو خضاب کیا کریں گی کبوتر کے پوٹوں کی طرح وہ لوگ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائیں گے۔ اس حدیث کی مختصر شرح۔ آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ آخر زمانے میں ایسی قومیں بھی پیدا ہو جائیں گی جو اس کالے رنگ والی جڑی بوٹی اور مسالے سے اپنے بالوں کو خضاب کیا کرینگی کبوتر کے پوٹوں کی طرح وہ لوگ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائیں گے۔ اس حدیث کا معنیٰ اور شرح۔ آقاءِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی سیاہ خضاب لگانا۔ بتائی کہ آخر زمانے میں کچھ لوگ مسلمان ایسے بھی پیدا ہو جائیں گے جو سیاہ خضاب کو جائز سمجھ کر لگائیں گے اور اپنے بالوں کو کبوتروں کے پوٹوں کی طرح سیاہ کرتے پھریں گے۔ وہ جنت کی خوشبو نہ پائیں گے شارحین حدیث نے اس جملے کے تین مطلب بیان فرمائے ہیں ۱ وہ جنت میں تو جائیں گے مگر جنت کی یا جنت کی چیزوں پھول پھل فروٹ دودھ شہد وغیرہ کی روح پرور خوشبو سے تا ابد محروم رہیں گے۔ اور یہ بڑی محرومی ہو گی ۲ یا یہ جملہ محاورۃً استعمال فرمایا گیا کہ جنت سے اتنی دور کسی اور عالم میں ان کو چند یومی سزا ملے گی جہاں وہ جنت کی خوشبو تک نہ پاسکیں گے۔ دوری کا فاصلہ بتانا مقصود ہے۔ (از حاشیہ ابو داؤد و نسائی) ۳ یا یہ زمانہءِ قبر و حشر کی کیفیت بتائی جا رہی ہے۔ اور میت شخص کے لیے یہ محرومی بھی ایک سخت عذاب ہے۔ یہاں حدیث پاک

میں خضاب کی سیاہی کو کبوتر کے پوٹوں سے تشبیہ دی گئی ہے اس لیے کہ دنیا میں کبوتر بہت سی قسم کے ہوتے ہیں تقریباً اسّی نوّے قسم کے کبوتر تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے جن میں ہر رنگ کے کبوتر ہیں اور مختلف جسامت والے ۱۹۹۱ء میں منیٰ کے برآمدے میں دوپہر کے وقت میں نے چڑیا کے برابر کبوتر جوڑے دیکھے اور اپنے ساتھیوں کو دکھائے سب نے عرب کے ان کبوتروں پر تعجب کیا۔ عرب میں ہی بالکل سخت سیاہ کبوتر بھی پائے جاتے ہیں یہاں تک کہ بعض کبوتر اتنے سخت کالے پروں والے ہوتے ہیں کہ ان کی کھال بھی سیاہ ہوتی ہے۔ یہاں کالے خضاب سے منہ کالا کرنے والوں کو کبوتروں کے پوٹے سے تشبیہ دینے کی تین وجہ ہو سکتی ہیں ۱ یا اس لیے کہ جس طرح کبوتروں کے سیاہ پوٹوں کی وجہ پروں کے علاوہ اُن کی کھال بھی سیاہ ہوتی ہے اس طرح کالا خضاب لگانے والوں کے بال بلکہ نیچے کی کھال بھی سیاہ ہو جاتی ہے بلکہ یہاں تو دل بھی سیاہ ہو جاتا ہے ۲ یا اس لیے کہ جس طرح کبوتر کا پوٹا بھرا ہو تو بہت گردن اکڑا کر چلتا ہے اس طرح یہ بڈھے میاں بھی بال سیاہ کر کے مغرور ہو کر اپنی جوانی دکھاتے پھرتے ہیں ۳ یا اس لیے کہ عام جنگلی کبوتروں کے پوٹے پر دیگر پروں کے علاوہ ذرا سی ہلکی سیاہی ہوتی ہے۔ تو ارشادِ نبوی کا اشارہ اس طرف ہے کہ خالص سیاہی اگر ہلکی بھی ہو گئی تب بھی حرام ہے اِس حدیث پاک میں بِحَقَ السَّوَادِ۔ کے سخت تاکیدی اشارے سے ثابت ہو رہا ہے کہ یہ جنت کی خوشبو نہ پانا اسی کالے خضاب لگانے کی وجہ سے ہے۔ یہ خضاب لگانے کا ذکر اُس قوم کی نشاندہی یا شناخت کی وجہ سے نہیں جیسا کہ بعض احمق لوگوں نے یہ مطلب نکالا ہے۔ اگر خضاب کا ذکر صرف شناخت کے لیے ہوتا تو جنت کی خوشبو نہ پانے کی وجہ ضرور بتائی جاتی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنے بڑے وعیدی عذاب کا ذکر کر دیا جائے اور اُس کی وجہ نہ بتائی جائے ماننا پڑے گا کہ یہ وجہ بھی کالا خضاب ہے۔ اور انشاء اللہ یہ بدنصیب کالا خضاب لگانے والے لوگ کل قیامت میں سر پکڑ کر روئیں گے کوئی بھی اُس حرام کام کرنے کی سزا سے نہ بچ سکے گا۔ خواہ کوئی پیر فقیر ہو یا مولوی خطیب۔ دنیا میں تو توڑ موڑ کر کے دلیلیں بنا سکتے ہیں آخرت میں یہ ہیرا پھیری نہ چلے گی۔ (تیسری دلیل۔ مسند احمد بن حنبل میں ہے حدیث نمبر ۳

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَیِّرُوا الشَّیْبَ وَلَا تَقْرَبُوا السَّوَادَ۔ ترجمہ۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑھاپے تبدیل کرو۔ لیکن سیاہی کے قریب بھی مت جانا۔ چوتھی حدیث پاک حاکم مستدرک جلد سوم ص۲۰۲ اور طبرانی نے معجم کبیر میں حدیث شریف بیان فرمائی۔
عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ قَالَ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلصُّفْرَۃُ خِضَابُ الْمُؤْمِنِ وَالْحُمْرَۃُ خِضَابُ الْمُسْلِمِ وَالسَّوَادُ خِضَابُ الْکَافِرِ۔ ترجمہ:۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فرمایا آقاءِ دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کا خضاب پیلا رنگ بالوں کا خضاب لگانا ہے۔ اور عام مسلمانوں کا خضاب سرخ رنگ لگانا ہے۔ کفار کا خضاب کالا رنگ لگانا ہے دونوں حدیثوں کی مختصر شرح۔ سب سے بدترین رنگ بالوں کے لیے کالا خضاب ہے اس سے جتنا دور ہٹا جائے ہٹنا چاہیئے اس لیے متقی مومن لوگ اس حرام سیاہ خضاب سے دور ہٹنے کے لیے سرخ رنگ کا خضاب بھی نہیں لگاتے اس لیے کہ سرخ رنگ سیاہی کے قریب ہے سرخی کو جتنا تیز کیا جائے وہ سیاہی بنتی چلی جاتی ہے۔ لہٰذا مشابہ یہ سیاہی سے بھی بچنا تقویٰ ہے جو مومن کی احتیاط ہے سرخی کو جتنا ہلکا کیا جائے وہ پیلا رنگ بنتا جاتا ہے۔ اور اس طرح سیاہی بلکہ اس کی جھلک سے بھی کافی دوری ہو جاتی ہے اس طرح۔ لَا تَقْرَبُوا السَّوَادَ۔ والی حدیث پاک پر مکمل عمل ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ سرخ رنگ سے خضاب بھی شرعاً بالکل جائز ہے۔ اس لیے جو شخص سرخ خضاب لگائے تو جواز کی حد تک اس کو فائدہ ہوگا۔ حدیث ۵۔ لیکن تقویٰ مومن کے زمرے میں احتیاط کا ثواب نہ ملے گا۔ چوتھی دلیل۔ امام عقیلی رح نے اپنی مسند میں حدیث بیان فرمائی۔
عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلشَّیْبُ نُوْرٌ مَنْ خَلَعَ الشَّیْبَ فَقَدْ خَلَعَ نُوْرَ الْاِسْلَامِ۔ ترجمہ۔ بالوں کی بوڑھی سفیدی نور ہے جس نے اس کو چھپایا۔ یعنی ختم کیا اس نے اسلام کا عطا کردہ نور ختم کیا۔ (اور یہ ہی سب سے بڑی بدنصیبی ہے) مختصر شرح۔

علامہ محمد حنفی علیہ الرحمۃ اسی کتاب میں اسی مقام پر حاشیے میں اس کی شرح فرماتے ہیں۔ لہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مَنْ خَلَعَ الشَّیْبَ اَیْ اَزَالَہٗ فَسَتَرَہٗ بِاَنْ خَضَبَہٗ بِالسَّوَادِ فِیْ غَیْرِ جِہَادٍ۔ ترجمہ۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانِ پاک کا معنیٰ یہ ہے کہ جس نے بالوں کی سفیدی کو زائل کر دیا چھپا دیا۔ یعنی لوگوں کی نظروں سے چھپا دیا۔ اور یہ لوگوں کو دھوکا دینا ہے اسی وجہ سے غالباً کالا خضاب حرام ہوا ہے۔ امام مناوی فقیہ اُمّت علیہ الرحمۃ اور علامہ عزیزی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ فَنَتْفُہٗ مَکْرُوْہٌ۔ وَصِبْغُہٗ بِالسَّوَادِ لِغَیْرِ الْجِہَادِ حَرَامٌ۔ ترجمہ۔ سفید بال اکھیڑنا مکروہ ہے اور سیاہ خضاب لگانا جہاد کی حالت کے علاوہ حرام ہے یعنی مجاہد کے لیے بھی کسی حالت میں کالا خضاب جائز نہیں۔ صرف میدانِ جہاد میں جب کفار کا سامنا کرنا ہو۔ اس لیے کہ کالا خضاب برابر دھوکا دینا ہے اور کفار کو بحالتِ جنگ اپنی جوانی کا دھوکا دینا جائز ہے کیونکہ جوانی ہاتھ پاؤں کی طاقت کی نشانی ہے خیال رہے کہ مجاہد کے لیے صرف بحالتِ جنگ سیاہ خضاب کا جواز بھی احادیث سے ثابت نہیں ہے یہ فقہاءِ کرام کا استنباطی مسئلہ ہے۔ نیز سفیدی اور بڑھاپے کے بالوں کو بدلنا صرف کالے رنگ سے ہوتا ہے پیلا یا سرخ رنگ بڑھاپا نہیں بدلتا۔ اس لیے کہ بالوں کا اصلی رنگ جوانی میں کالا اور بڑھاپے میں سفید ہوتا ہے۔ پیلا یا سُرخ رنگ کسی بھی انسانی بالوں کا کبھی کسی عمر میں نہیں ہوتا اس لیے پیلا یا سرخ رنگ بڑھاپے کے لیے دھوکا نہیں بن سکتا۔ اسی وجہ سے حرام بھی نہیں۔ پانچویں دلیل۔ حدیث ۶ اس کو مسند دیلمی نے صحیح کہا ہے مسند دیلمی جلد پنجم ص ۳۰ پر ہے۔ عَنْ اِبْنِ نَجَّارٍ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیہ وسلم اَوَّلُ مَنْ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْکَتَمِ اِبْرَاھِیْمُ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاَوَّلُ مَنْ اِخْتَضَبَ بِالسَّوَادِ فِرْعَوْنُ۔ ترجمہ۔ سب سے پہلے بالوں کو مہندی اور کتم کی گھاس سے جس نے رنگ کیا وہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام تھے اور سب سے پہلے جس نے کالا خضاب لگایا وہ فرعون تھا۔ مختصر شرح۔ اَوَّلاً تو ایمانی عرفانی عقلِ سلیم والوں کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام

اور خاص کر آقاء کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال وارشادات کوئی تاریخ بتانے یا قصہ گوئی حکایت سازی کے لیے نہیں اور انبیاءِ کرام علیہم السّلام مؤرخ وقصہ گو بن کر تشریف نہیں لاتے بلکہ ان پاکیزہ مقدس ہستیوں کا ہر قول وکلام قانونِ الٰہی اور حکم شریعت ومسئلہ دینی ہوتا ہے خواہ کسی وقت کسی جگہ کسی بھی انداز یا کسی بھی طرزِ بیانی سے ارشاد ہو۔ لہٰذا یہ مندرجہ بالا حدیث مطہرہ اَوّلُ مَنْ خَضَبَ۔ (الخ) بھی اگرچہ بطرزِ خبرِ اطلاعی بیان فرمائی گئی ہے مگر اس سے مقصود تاریخی معلومات نہیں بلکہ تا قیامت ایک شرعی قانون بیان فرما دیا گیا۔ اور علماءِ مجتہدین نے اِس حدیث پاک سے تین مسئلے مستنبط فرمائے۔ پہلا مسئلہ یہ کہ حناء وکتم سے ملا کر خضاب کرنا جائز اور مستحسن ہے کیونکہ اس سے سیاہی بالکل نہیں آتی بال سرخی تیز ہوتی ہے اور سفید بالوں کو سرخ کرنا دھوکے بازی نہیں لہٰذا حرام بھی نہیں کالا رنگ کرنا اس لیے حرام کہ وہ دھوکے بازی اور بد دیانتی ہے۔ دوسرا مسئلہ۔ اس حدیث شریف میں کالے خضاب سے مسلمانوں کو نفرت دلانا ہے کیونکہ کفّار کے اعمال وکردار مومن مسلمان کے لیے یقیناً قابلِ نفرت ہونا چاہئیں۔ تیسرا مسئلہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے زمانۂ مقدسہ سے لے کر زمانۂ موسیٰ علیہ السّلام تک اور زمانہ موسوی سے زمانۂ اسلام تک ہزاروں بلکہ لاکھوں انبیاءِ کرام علیہم السّلام اور اولیا علما صالحین دنیا میں گزرے مگر اس فرمانِ معظمت تک کسی نے بھی کالا خضاب نہ لگایا ورنہ اولیت فرعون کو نہ ملتی۔ اور حدیث پاک میں بطور نشانی فرعون کا ذکر نہ ہوتا اور اگر فرعون کے بعد کسی اور مسلمان نے لگایا ہوتا۔ تو دوسرے نمبر پر اس کا بھی ذکر ہوتا مگر احادیث میں کسی مسلمان مومن کے لگانے کا ذکر نہیں۔ اس حدیث پاک کی طرزِ بیانی بالکل ایسی ہی ہے جیسے کوئی کسی عالم سے عرض کرے کہ میں اپنے ماتھے پر تلک لگاؤں کیا اجازت ہے یا کوئی اجازت چاہے کہ میں ہاتھ میں کڑا پہن لوں۔ یا سکھوں کی طرز پر پگڑی باندھ لوں تو یہی کہا جائے گا کہ دیکھو بھئی یہ ہندؤں اور سکھوں کی نشانی ہے۔ یعنی اس سے بچو۔ ورنہ لوگ ہندو یا سکھ سمجھیں گے۔ چھٹی دلیل۔ حدیث ۷ طبرانی شریف جلد سوم میں بسندِ حسن ہے۔ عَنْ عَبْدَ اللّٰہِ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

مَنْ مَثَّلَ بِالشَّعْرِ فَلَیْسَ لَہٗ عِنْدَ اللّٰہِ خَلَاقٌ۔ ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو اپنے بالوں کا مُثلہ کرے یعنی بگاڑے اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے لیے اُخروی ثواب کا کوئی حصہ نہیں۔ مختصر شرح۔ شرح تیسیر میں فرمایا کہ بالوں کا مُثلہ تین قسم کا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ قولہٗ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَنْ مَثَّلَ بِالشَّعْرِ اَیْ غَیَّرَہٗ مُثْلَۃً بِالضَّمِّ بِاَنْ نَتَفَہٗ اَوْحَلَقَہٗ مِنَ الْخُدُوْدِ اَوْغَیَّرَہٗ بِالسَّوَادِ ترجمہ۔ داڑھی وغیرہ بالوں کا مُثلہ یہ ہے کہ یا ان کو اکھاڑے یا منڈائے یا کالا خضاب لگائے۔ ساتویں دلیل، طبقات ابن سعد جلد پنجم صفحہ ۱۴۰ پر ہے حدیث ۸۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی علیہ وسلم عَنِ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ۔ ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ منع فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کالا خضاب لگانے سے۔ اس سے بحث نہیں کہ خضاب کس چیز سے لگاؤ کس چیز سے نہ لگاؤ۔ ہم حنا کتم وسمہ نیل وغیرہ کی چھان بین میں نہیں پڑتے نہ ان اُلجھنوں پریشانیوں کی ضرورت نہ کتب لغات کی جامہ تلاشی لینے کی حاجت۔ نہ لوگوں کی عملی علمی اور شرعی عبارتوں میں پھنسنے کا وقت ہے حرمت تو کالے رنگ میں ہے اگر کسی شخص نے اپنے بالوں پر دوات کی سیاہی لگالی اور سفید بالوں کو کالا کر لیا تب بھی یہ فعل حرام ہوگا۔ نیز مجھے اس فتویٰ لکھنے میں وقت خرچ کرنے سے یہ غرض نہیں کہ کوئی ضد میں بھرا ہوا عالم خطیب امام یا کسی پیر کا مرید میرے اس فتوے کو مانتا ہے یا نہیں مجھ کو اپنی اور اپنی قوم مسلم کی نمازوں کی فکر ہے فی زمانہ ایک پنج وقتہ نماز ہی تو مومن کا سرمایۂ آخرت رہ گیا ہے اور یہی تو عملِ صالحہ باقی بچا ہے اگر اس کو بھی یہ مسجدوں کے امام وخطبا اپنے بالوں پر حرام خضاب سیاہ لگا کر اپنی اور ہم مقتدیوں کی نمازیں برباد کردیں۔ تو ہم بے چارے مقتدی مسلمان تو مفت میں مارے گئے۔ بس ان ضدی مولویوں سے کہتا ہوں کہ تم شوق سے کالا خضاب لگاؤ۔ ہم تو تم کو کچھ نہیں کہتے مگر اپنے اس فعلِ بد سے ہمارا اور تمام مقتدیوں کا نقصان تو نہ کرو ان کی نمازیں تو برباد مت کرو۔ اگر کالا خضاب ضروری ہی لگانا ہے

توامامت چھوڑ دو۔ اور نیز اپنے اِس برے عمل کے لیے بزرگوں کو ملوث مت کرو کہ فلاں بزرگ ایسا کرتے تھے یہاں تک کہ اِن لوگوں نے قبلہ حضرتِ اعلیٰ پیر مہر علی شاہ صاحب کو بھی اس زمرے میں شامل کر دیا کہ وہ بھی سیاہ خضاب لگاتے تھے اور جائز جانتے تھے حالانکہ یہ قطعاً غلط اور الہام تراشی ہے جس کا کوئی تحریری ثبوت آج تک تلاش بسیار کے باوجود نہ مِل سکا اور نہ ان کو اس دھوکہ دہی کی ضرورت تھی۔ تصوراتی طور پر بھی جب انسان کالا خضاب لگا رہا ہوتا ہے تو اس کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ لوگ مجھ کو جوان سمجھیں اور دھوکہ کھائیں احادیث مبارکہ تو اور بھی بہت ہی ہیں مگر ہم نے اتمام حجت کے لیے صرف یہ آٹھ حدیثیں نقل کر دیں یہ احادیث پاک اپنے اپنے مدارج میں محدثین کے نزدیک سنداً ومتناً۔ رِوایتاً وَ دِرایتاً۔ صحیح۔ حسن و مشہور ہیں۔ ان میں سے کوئی حدیث شریف ضعیف یا موضوع نہیں اس کی پوری تحقیق کرلی ہے۔ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی بھی روایت کو ضعیف۔ شاذ یا منکر کہے تو اُس کی اپنی عقل ضعیف ہے۔ صرف زبانی ضعیف ضعیف کی رٹ لگانا ثبوت نہ دینا تو احمقانہ کردار ہے اگرچہ احادیثِ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے مومن مسلمان کے لیے کسی اور قول وعقیدے کی ضرورت نہیں ایک مسلمان کے لیے تو اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہی کافی۔ مگر فی زمانہ بعض لوگ حدیث پاک سن کر بھی مطمئن نہیں ہوتے۔ غالباً اسی زمانے کی طرف اُس حدیث پاک میں اشارہ فرمایا گیا کہ یَکُوْنُ قَوْمٌ فِی آخِرِ الزَّمَانِ۔ یہ حدیث پاک تو ہم بچپن سے سنتے اور پڑھتے چلے آئے ہیں مگر یہ گمان تک نہ تھا کہ اُس بدقسمت قوم میں ہمارے ہی گروہ کے امام وخطیب وغیرہ شامل ہوں گے۔ مجھے اس کتاب کا لاؤ دیکھنے کی اس لیے بھی ضرورت پیش آئی کہ یہ کتاب ظاہراً اُس انداز میں لکھی گئی کہ عام آدمی اُس کو پڑھ کر مرعوب ہو جائے اور عاشقانِ خضابِ سیاہ اس کو اپنی بہت بڑی ڈھال اور سند سمجھ بیٹھیں۔ حالانکہ ذرا سا غور کرنے پر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب اور اس کے دلائل تارِ عنکبوت سے زیادہ پائیدار نہیں بلکہ یہ کتاب سراسر خود ہی خضاب سیاہ ہے۔ احادیث مبارکہ کے بعد اگر مسلمانوں کے پاس دلائل ہیں تو وہ فرمودات مجتہدین اور اقوالِ ائمہؒ اربعہ ہی ہیں۔ ان ہی اقوال وفرمودات کی تقلید سے مسلمان

حنفی مالکی شافعی حنبل بنتے ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اس لیے اب ہم مجتہدین کرام کے فرامین سے حرمت خضاب سیاہ کے دلائل پیش کرتے ہیں بیروت کی طبع کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد دوم کے ص۴۶ اور ص۴۷ پر اس کے مصنف علامہ امام عبدالرحمن الجزیری فرماتے ہیں کہ چاروں ائمہ کالا خضاب لگانا ناجائز فرماتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے کہ۔ اَلْمَالِكِيَّةُ يُكْرَهُ تَنْزِيْهًا لِلرَّجُلِ صَبَاغَةُ شَيْبِهٖ بِالسَّوَادِ وَمَحَلُّ الْكَرَاهَةِ إِذَا لَمْ يَكُنْ ذَالِكَ لِغَرَضٍ شَرْعِيٍّ كَإِرْهَابِ عَدُوٍّ فَإِنَّهٗ لَاحَرَجَ فِيْهِ بَلْ يُثَابُ عَلَيْهِ وَأَمَّا إِذَا كَانَ لِغَرَضٍ فَاسِدٍ كَأَنْ يَغُشَّ امْرَأَةً يُرِيْدُ زَوَاجَهَا فَإِنَّهٗ يَحْرُمُ۔ (اَلْحَنَفِيَّةُ) قَالُوْا وَكَذَا يُكْرَهُ لَهٗ صَبَاغَةُ شَعْرِهٖ بِالسَّوَادِ۔ (اَلْحَنَابِلَةُ) قَالُوْا يُسَنُّ الْخِضَابُ بِالْحِنَاءِ وَنَحْوِهَا كَالزَّعْفَرَانِ إِمَّا الصَّبَاغَةُ بِالسَّوَادِ فَإِنَّهٗ مَكْرُوْهٌ مَا لَمْ يَكُنْ لِغَرَضٍ شَرْعِيٍّ فَإِنَّهٗ لَا يُكْرَهُ أَمَّا إِذَا كَانَ لِغَرَضٍ فَاسِدٍ كَالتَّلْبِيْسِ عَلٰى امْرَأَةٍ يُرِيْدُ زَوَاجَهَا فَإِنَّهٗ يَحْرُمُ (اَلشَّافِعِيَّةُ) قَالُوْا يُكْرَهُ صَبَاغَةُ اللِّحْيَةِ وَالشَّعْرِ بِالسَّوَادِ إِلَّا الْخِضَابُ بِالصُّفْرَةِ وَالْحُمْرَةِ فَإِنَّهٗ جَائِزٌ۔ ترجمہ۔ یعنی چاروں ائمہ اسلامیہ کے نزدیک کالا خضاب لگانا حرام مکروہ اور ناجائز ہے۔ اس عبارت سے ثابت ہوا کہ یہ مسئلہ اختلافی نہیں ہے بلکہ حرام ہونا متفق علیہ ہے۔ دلیل آٹھویں۔ مسلک حنفی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی کالا خضاب لگانا حرام ہے۔ فقہ حنفی کی صحاح ستہ ۱ فتاوی درمختار شامی ۲ فتاوی عالمگیری ۳ فتاوی فتح القدیر ۴ فتاوی بحرالرائق ۵ فتاوی قاضیخان ۶ فتاوی بزازیہ۔ اور فتاوی امام محمد کے ظاہر روایت میں کالے خضاب لگانے کو حرام اور مکروہ تحریمی لکھا ہے ان فقہاء احناف کے فرمودات ہی مسلک حنفی ہے اور پھر اس زمانے میں امام احمد رضا مجدد ملت سے بڑا حنفی کون ہے آپ نے تو حرمت خضاب سیاہ کے بارے میں نہایت مضبوط دلائل سے ایک کتاب لکھ دی جس کا نام مبارک حَکُّ الْعَيْبِ فِيْ حُرْمَةِ تَسْوِيْدِ الشَّيْبِ ہے۔ تمام فقہاء احناف کی عبارات کا خلاصہ فتاوی عالمگیری کی یہ عبارت ہے جلد ۴ ص۱۳۹ پر ہے

وَ اَمَّا الْخِضَابُ بِالسَّوَادِ (الخ) فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ لِيُزَيِّنَ نَفْسَهٗ لِلنِّسَاءِ اَوْ يُحِبِّبَ نَفْسَهٗ اِلَيْهِنَّ فَذٰلِكَ مَكْرُوْهٌ وَعَلَيْهِ عَامَّةُ الْمَشَائِخِ۔ ترجمہ جو مرد مسلمان کالا خضاب صرف عورتوں کے لیے لگائے۔ جہاد میں جانے کے وقت یا کفار کے رکھاوے کے لیے نہ ہو تو اس کو کالا خضاب مکروہ تحریمی یعنی حرام ظنی ہے۔ نویں دلیل۔ مسلک مالکی۔ حضرت امام علامہ محی الدین شرف الدین ابو زکریا نووی شارح مسلم شریف جن کے متعلق مشہور ہے مالکی مسلک کے تھے بعض لوگوں نے ان کو شافعی المذہب لکھا ہے واللہ اعلم اپنے مذہب کے نہایت مستند فقیہ تھے۔ وہ شرح مسلم جلد دوم ص۱۹۹ مطبوعہ سعید کراچی میں لکھتے ہیں وَ يَحْرُمُ خِضَابُهٗ بِالسَّوَادِ عَلَى الْاَصَحِّ وَقِيْلَ يُكْرَهُ كَرَاهَةَ تَنْزِيْهٍ وَالْمُخْتَارُ التَّحْرِيْمُ لِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ وَهٰذَا مَذْهَبُنَا وَقَالَ الْقَاضِيْ اِخْتَلَفَ السَّلَفُ (الخ) هٰذَا مَا نَقَلَهُ الْقَاضِيْ وَالْاَصَحُّ وَالْاَوْفَقُ لِلسُّنَّةِ مَا قَدِّمْنَاهُ عَنْ مَذْهَبِنَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ترجمہ۔ اور قطعاً حرام ہے کالا خضاب لگانا۔ صحیح مذہب میں اور (بعض مجہول افراد کی طرف سے) کہا گیا ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اور صحیح و مختار (سب فقہا کا اختیار کیا ہوا) مذہب یہ ہی ہے کہ کالا خضاب حرام ہے اس فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے کہ اور بچتے رہنا ہمیشہ خضاب کی سیاہی سے۔ یہ ہی ہمارا مذہب ہے۔ لیکن قاضی نے کہا ہے کہ گزشتہ کچھ لوگوں نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے یہ باتیں تو قاضی کی نقل کردہ ہیں۔ مگر صحیح سچا اور سنت کے مطابق وہی مذہب ہے جو ہم نے ابھی پہلے بیان کیا جو ہمارا مذہب ہے۔ اس تمام عبارت سے کتنا صاف ثابت ہوا کہ امام مالک اور یا امام شافعی (بقول شخصے) کا مذہب بھی یہ ہے کہ کالا خضاب لگانا حرام ہے امام نووی اپنے امام مالکؒ یا شافعیؒ کا مذہب اس ابو قحافہ والی حدیث وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ۔ سے استنباط و استعمال کر کے بیان فرما رہے ہیں۔ اور قاضی کی بات کی سخت الفاظ میں تردید فرما رہے ہیں۔ دسویں دلیل۔ امام شافعی کا مسلک۔ فتاویٰ بحوری جلد دوم ص۱۶۶ پر ہے۔ وَ الْاِخْتِضَابُ بِالسَّوَادِ حَرَامٌ عِنْدَ الْجَمَاهِيْرِ وَ

عَلَیْہِ وَعِیْدٌ شَدِیْدٌ فِی الْاَحَادِیْثِ۔ ترجمہ۔ سیاہی سے خضاب لگانا حرام ہے ہر مسلک کے جمہور فقہا علما کے نزدیک اور احادیث مبارکہ میں تو اس خضاب سیاہ لگانے پر سخت عذاب کی وعید آئی ہے۔ گیارھویں دلیل، مسلک حنبلی ابھی پہلے مسند احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ یَکُوْنُ قَوْمٌ فِی آخِرِ الزَّمَانِ (الخ) والی حدیث ہم نے بیان کر دی اس سے بھی حنبلی مذہب واضح وثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی کالا خضاب حرام اور باعث عذاب ہے ومحرومی جنت ہے چنانچہ فتح الباری جلد دہم ص۳۵۴ پر امام احمد وامام شافعی کا مذہب ان لفظوں سے نقل فرما رہے ہیں وَفِی السَّوَادِ عَنْہُ کَالشَّافِعِیَّۃِ رِوَایَتَانِ۔ اَلْمَشْہُوْرَۃُ یُکْرَہُ وَقِیْلَ مُحَرَّمٌ۔ نیز حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ والی حدیث امام احمد نے نقل فرمائی۔ اور اس میں وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ کے الفاظ ہیں ان الفاظ سے فقہا نے حرمت کا استدلال کیا ہے۔ امام احمد حنبل بھی اسی سے حرمت کا استدلال فرماتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تعالیٰ۔ ابھی تک دلائل سے ہم نے ثابت کر دیا کہ احادیث میں بھی خضاب سیاہ سے سخت نفرت وممانعت فرمائی گئی اور آئمہ اربعہ کے مذاہب سے بھی حرمت خضاب ثابت اب اگر اب بھی کوئی نہ مانتے ضد پر اڑا رہے تو وہ منکر احادیث ہونے کی گستاخی وگمراہی کے علاوہ اپنے امام مذہب کی تقلید سے منہ موڑ کر انحراف کر رہا ہے اور دین میں نئے فرقے کو جنم دے رہا ہے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تعالیٰ۔

ان گیارہ دلائل کے بعد اب ہم علامہ خطیب پاکستان اکاڑوی نقشبندی صاحب مرحوم کی اس کتاب کا مکمل طور پر تردیدی جواب دیتے ہیں۔ مگر اس سے پہلے دو باتیں اچھی طرح ذہن نشین کر لی جائیں۔ (پہلی بات) یہ کہ اس کتاب میں مندرجہ ذیل کمزوریاں ہیں ۱ ایک کمزوری یہ کہ اس کے بعض حوالے غلط ہیں ان کتابوں میں وہ عبارتیں سرے سے ہی نہیں ہیں جو اس کتابچہ میں بڑے فخر سے لکھ دی گئی ہیں ۲ دوسری یہ کہ کچھ عبارتوں کا مطلب اور معنیٰ مصنف نے نہیں سمجھا اور اوٹ پٹانگ الفاظ لکھ کر دلیل بنانے کی کوشش بے فائدہ کی ۳ کچھ حوالے ایسے پیش کئے گئے ہیں کہ اس مصنف کی اصل مسلکی عبارت چھوڑ کر وہ عبارت درج کر دی جس کی خود صاحب کتاب تردید کر رہے

ہیں ۴ چوتھی کمزوری یہ کہ بعض حوالوں میں توڑ موڑ کر کے خیانت کی گئی ہے ۵ اپنا باطل نظریہ بچانے کے لیے جھوٹی من گھڑت روایتوں کا سہارا پکڑا گیا ہے ۶ چھٹی کمزوری یہ کہ بعض بڑوں کی طرف بلا ثبوت اور غلط بات منسوب کی گئی ہے کہ وہ بھی خضابِ سیاہ لگاتے تھے اور جواز کے قائل تھے حالانکہ آج تک اس کا کوئی ثبوت پیش نہ سکا ۷ ساتویں کمزوری یہ کہ بعض عبارتوں کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے ۸ آٹھویں یہ کہ صحیح احادیث کو صرف اپنی مطلب برآری کے لیے نہایت خستہ اور غلط انداز میں غیر صحیح کہا گیا ہے ۹ بعض جگہ حدیث پاک کو صحیح مانتے ہوئے اس میں غلطی نکالی گئی۔ (العیاذ باللہ) غرض کہ مصنفِ کتاب ھذا نے اللہ رسول سے بے خوف ہو کر نہایت غصیلے اور جذباتی انداز میں اپنی پوری ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اس تصور سے یہ کتابچہ لکھی ہے کہ گویا اِس وقت پورے جہان میں اِس کتاب کا تردیدی جواب کوئی نہیں دے سکتا۔ کاش اِس وقت علامہ بقید حیات ہوتے تو تحریر سے پہلے لفظاً۔ تقریراً و مکالمۃً اُن سے گفتگو ہو جاتی میں یقین کرتا ہوں کہ حضرت علامہ خطیب کراچی صاحب مضمون مرحوم اپنی اس تحریر سے ضرور رجوع فرما لیتے اور اُن کو اپنی علمی فکری تحریری کمزوریوں کا شدت سے احساس ہو جاتا۔ بہرکیف اب ہم اگلی سطور میں تردیدی جواب کے ساتھ ان کمزوریوں کی با دلائل نشاندہی بھی کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ دوسری دلیل۔ یہ کہ کسی ایک حدیث شریف میں بھی کالے خضاب کا جواز ثابت یا مذکور نہیں نہ ہی اِس کتاب میں کوئی حدیث پیش کر سکے۔ صرف ایک من گھڑت اور موضوع روایت کو ابن ماجہ سے پیش کر کے فخریہ سہارا حاصل کر رہے ہیں حالانکہ تمام محدثین اس روایت کو غلط اور ضعیف کہتے ہیں جیسا کہ ثابت کیا جائے گا تقریباً اٹھارہ احادیث مبارکہ میں حرمتِ خضابِ سیاہ مذکور ہے۔ یہاں تک کہ کسی مجاہد کے لیے بھی کسی جنگ کی حالت میں کالا خضاب لگانے کی اجازت کسی حدیث پاک سے صراحتاً ثابت نہیں۔ مجاہدین کو صرف بحالتِ جہاد کالے خضاب کی اجازت فقہاءِ کرام نے ایک حدیث سے استنباط کر کے دی ہے گویا کہ مجاہد کو کالے خضاب کی اجازت ملنا فقہی اور استنباطی مسئلہ ہے نہ کہ حدیث و قرآن کا بیان۔ یہ بات تمام مسلمانوں کو اچھی طرح ذہن نشین رکھنا چاہئیں اور یہ استنباط اُس حدیث پاک سے مستنبط فرمایا گیا کہ جنگ میں دھوکہ دینا جائز ہے

تو چونکہ سیاہ خضاب سراسر دھوکے بازی ہی ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں اس لیے کفار پر اپنی جوانی کا دھوکہ ڈالنے کے لیے جائز ہوا اور جس طرح دیگر مسلمانوں کو دھوکہ دینا جائز نہیں اُسی طرح خضاب کالا لگانا بھی جائز نہیں خاص کر نکاح کرنے کے لیے کسی عورت یا اُس کے لواحقین کے سامنے کالا خضاب لگا کر جانا تو بہت ہی بڑا ظلم ہے۔ مگر عیش پرست لوگ اس کو نہیں سمجھیں گے۔ مندرجہ بالا فتوے کا خلاصہ۔ اس فتوے میں پانچ چیزیں بیان کی گئیں اوّلاً یہ کہ احادیث مبارکہ میں خضاب سیاہ کی صرف حرمت اور ممانعت ہی مذکور ہے۔ جواز یا تحسین کا کسی بھی شخص کے لیے کسی بھی وقت کسی بھی حالت میں کوئی ذکر نہیں لہٰذا جو شخص مرد مسلمان کالا خضاب لگائے وہ سراسر نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے۔ اور شریعت کا مقابلہ۔ ثانیاً یہ مجاہد کے لیے کالا خضاب لگانا احادیث سے ثابت نہیں ہے۔ یہ فتاویٰ فقہاءِ کرام کا استنباطی مسئلہ ہے اور اس میں بوقتِ مجبوری کی شرط کے ساتھ سیکڑوں قیدیں لگائی گئیں ہے مثلاً ۱۔ جہاد کے لیے نکلتے وقت لگائے ۲۔ سب بال سفید ہوں تب لگائے ۳۔ سفر میں کالا خضاب ساتھ رکھے تاکہ آدھا کالا آدھا چٹا نہ بن سکے اور بجائے دشمن پر رعب ڈالنے کے خود مذاق ہی نہ بن جائے ۴۔ جہاد سے واپس آکر مجاہد کے لیے بھی کالا خضاب حرام ہے اور فی زمانہ مجاہدین کے لیے کالا خضاب جائز نہیں کیونکہ آج کل کے جہاد کی نوعیتیں ہی بدل گئی ہیں نہ آج کل دوبدو آمنے سامنے لڑائیاں ہوتی ہیں نہ تیر تلوار چلانے کی مشقت کے بہادرانہ مظاہرے بلکہ آج کل تو سفید بال آنے سے پہلے پہلے فوجی کو نوکری سے سبکدوش ریٹائر کر دیا جاتا ہے۔ اس لیے آج کل میدان جہاد میں بھی کالا خضاب جائز نہیں۔ ثالثاً اپنی بیوی کے دکھلاوے کے لیے یا دوسری کرنے کے لیے خضاب سیاہ لگانا بھی حرام ہے کیونکہ یہ سراسر دھوکہ ہے اور دھوکہ دینا حرام ہے۔ رابعاً یہ کہ کالے خضاب میں زینت نہیں ہے بلکہ بدزینتی ہے کیونکہ خضاب سے نیچے کی کھال بھی سیاہ ہو جاتی ہے۔ اور چند دن بعد جب کہیں کہیں سفید بال ظاہر ہوتے ہیں تو آدھا تیتر آدھا بٹیر بن کر انسان زیادہ بدصورت لگتا ہے۔ بلکہ مضحکہ خیز بن جاتا ہے۔ خامساً یہ کہ کسی بھی بزرگ مشائخ یا علماء نے کبھی کالا خضاب نہ لگایا نہ ہی جائز کہا یہ جو بعض لوگ پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرّہٗ کی جانب

جواز کا فتویٰ منسوب کرتے ہیں یہ سراسر جھوٹ اور مطلب برآری کے لیے اِتّہام کاذبہ ہے نہ عملاً ثابت نہ تحریراً۔ اس کی وضاحت انشاء اللہ تعالیٰ اگلی سطور میں کی جائے گی ہاں البتہ پہلے زمانوں کے فقہاءِ کرام علیہم الرضوان اپنی اپنی کتب میں حرمتہ خضاب یا کراھتہِ خضابِ سیاہ کا ذکر کرنے کے بعد قَالَ بَعْضُ یا قِیْلَ کے صیغہ سے تمریض سے کچھ مجہول لوگوں کا ذکر کرتے ہیں کہ بعض غیر معروف لوگوں نے اس کو جائز کہا ہے تو یہ کوئی دلیل یا سند نہیں ایسے تخریب کار فاسقین تو ہوتے ہی رہتے ہیں۔ حدیثِ رسولُ اللہ کے مقابل ان کی حیثیت ہی کیا ہے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

علامہ خطیب مصنف صاحب اکاڑوی کی کتاب خضاب سیاہ کا تردیدی جواب

غلطی ۱۔ اس کتاب کے سرورق (ٹائٹل) پر لکھا ہے۔ مجدد مسلکِ اہل سنت۔ **جواب**۔ یہ لقب دینا قطعاً جھوٹ اور غلط ہے۔ بلا ثبوتِ شرعی کسی کو مجدد کہنا گناہ ہے۔ خاص کر نقشبندی حضرات تو مجددِ الف ثانی کے بعد کسی کو بھی مجدد نہیں مانتے۔ اگر علامہ مرحوم حیاتِ ظاہری میں ہوتے تو یہ لقب کبھی نہ لکھنے دیتے ۲ صفحہ ۵ پر ایک سوال لکھا ہے جس میں چھ باتیں درج ہیں۔ جواب۔ سوال کی اس جذباتی اور غضیلی طرز سے ہم متفق نہیں۔ مسائل میں گرم مزاجی نامناسب ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ۔ دین میں تشدد اور تندخوئی نہیں ہونی چاہیے اس لیے کہ اس کا اثر ہمیشہ اُلٹا ہوتا ہے۔ سوال اشتہاری کی تحت گیری کا ہی یہ اثر ہے کہ جواب میں خاصہ تشدد ہے۔ غلطی ۳ صفحہ ۶ پر الجواب کے ضمن میں سطر ۲ میں لکھا ہے۔ جواب۔ اس طرح سیاہ خضاب بھی مجاہدین کے لیے بالاتفاق جائز ہے لیکن یہ جواز احادیث میں سے نہیں حدیث سے کبھی ثابت نہیں صرف فقہا کا استنباطی مسئلہ ہے وہ بھی کئی طرح کی قیود کے ساتھ گھر بیٹھے مجاہد کے لیے بھی جائز نہیں اسی صفحہ کی سطر ۳ پر لکھا ہے۔ البتہ محض زینت کے واسطے سیاہ خضاب کرنے میں

اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک حرام ومکروہ ہے اور بعض کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے
جواب۔ یہ عبارت اگلی ساری کتاب کی بنیاد ہے اسی عبارت کو مصنف نے سہارا بنا کر یہ
کتاب اور اسی چند حرفی عبارت کی اساس پر اپنے اس کتابی گھروندے کو تعبیر کرنے کی
لغزش کر گئے۔ حالانکہ اسی ذرا سی ایک فطری عبارت میں بھی مصنف مرحوم نے تین لغزشیں
کیں۔ پہلی لغزش یہ کہ مصنف نے کالے خضاب کو زینت کا نام دیا۔ حالانکہ کالے خضاب
لگانے میں تو تھوڑی سی بھول چوک سے چہرہ انتہائی بدصورت اور بھیانک ہوجاتا ہے
جیسا کہ خضاب زدہ لوگوں سے پوشیدہ نہیں۔ دوسری لغزش یہ کہ مصنف مذکور نے
فرمایا کہ بعض کے نزدیک حرام ومکروہ ہے۔ مصنف کی کتنی عجیب بھول ہے یا عمداً
لغزش ہے کہ خود اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۳ پر فتاوی عالمگیری اور فتاوی شامی
کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فَذَالِکَ مَکْرُوْہٌ وَعَلَیْہِ عَامَّۃُ الْمَشَائِخِ اور
اسی طرح صفحہ ۱۴ پر اشعۃ اللمعات سے محدثِ اہل سنت حضرت عبد الحق دہلوی علیہ
الرحمۃ کا قول نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ خضاب بسواد مکروہ بود نزد اکثر
مشائخ۔ ترجمہ تینوں عبارتوں کا۔) کہ عام اور اکثر مشائخ کے نزدیک سیاہ خضاب
مکروہ ہے۔ مگر یہاں لکھتے ہیں کہ بعض کے نزدیک کالا خضاب مکروہ ہے دمکروہ
تحریمی جس کو اصطلاحِ فقہ میں حرام ظنی کہا جاتا ہے)، کیا ہم سمجھ لیں کہ مصنف علام
کا عام علم عام۔ اکثر اور بعض کے فرق سے بھی ناآشنا ہے۔ مصنف صاحب کو اتنا
بھی نہیں پتہ کہ اکثریت کا درجہ عند الاسلام و اسلامی فقہ میں کیا ہے۔ اس لیے اس سخت
فحش اور خود ساختہ غلطی کی نشاندہی اور اصلاح ضروری ہے۔ فقہاء کرام کے نزدیک
۱ لفظ عامۃ المشائخ سے جمہور فقہاء عظام مراد ہوتے ہیں۔ مصنف نے دونوں
مسئلوں یعنی سیاہ خضاب کے جائز و ناجائز ہونے میں۔ بعض۔ کہہ کر عمداً غلطی کا
ارتکاب کیا ہے جو امانت داری کے سراسر خلاف ہے۔ ۲ لفظ اکثر سے حکم شرعی کی
مراد کلیت ہوتی ہے چنانچہ علم اصولِ فقہ میں لِلاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ۔ اکثر کو تمام افراد کا
درجہ دیا گیا ہے۔ لہٰذا عامۃ المشائخ اور اکثر مشائخ کا معنی ہوا کہ اسلام کے تمام
فقہا علما فضلا سیاہ خضاب کو مکروہ تحریمی ہی کہتے ہیں ۳ اصطلاحِ فقہ میں لفظ
بعض۔ لفظِ قیل۔ لفظ قَالَ بَعْضٌ سے ایک یا چند مجہول اور غیر مشہور نامعتبر فرد

افراد اور لوگ مراد ہوتے ہیں جو خود مصنف کتاب محولہ کے نزدیک مردود و ناپسندیدہ ہوتے ہیں ۴ اصلاح فقہ میں لفظ مکروہ مطلقاً سے مراد ہمیشہ مکروہ تحریمی لیا جاتا ہے ۵ اور مکروہ تحریمی سے مراد حرام ظنی ہوتا ہے۔ فقہاء کرام کی یہ اصطلاحیں کتب اصول فقہ اور کتب فتاوی میں موجود ہیں۔ مگر مصنف مذکور نے کراہت خضاب سیاہ کو منسوب الی البعض کر کے اپنی بے علمی اور اس بات کا ثبوت مہیا کیا کہ مصنف صاحب فقہاء عظام کی ان اصطلاحات وکتب اصول سے بالکل ناواقف ہیں۔ اگر خدانخواستہ واقعی ایسا ہی ہے تو پھر ایسی مشکل کتابیں لکھنے کا شوق ہی کیوں ہوا پہلے کتب بینی کرنی چاہئے تھی تاکہ لکھنے میں احتیاط ہوتی۔ ایسی بے احتیاطیاں تو مسلک کا سراسر نقصان و تضیع وقت ہے۔ مصنف کی (نمبری غلطی) یہ کہ۔ زینت کے واسطے سیاہ خضاب کرنے میں اختلاف ہے یہ بھی غلط ہے۔ سیاہ خضاب کی حرمت اور کراہت میں کوئی اختلاف نہیں۔ اس غلطی سے یہ ثابت ہوا کہ مصنف صاحب کو فقہی لحاظ سے متفق علیہ۔ اور مختلف فیہ کی تعریف نہیں آتی ورنہ وہ بعض۔ بعض کہہ کر اس کو اختلافی مسئلہ نہ بناتے۔ آج کل یہ عام رواج پیدا ہو گیا ہے کہ جس مولوی کو کوئی مسئلہ یاد نہ ہو اور غلط مسئلہ سنائے جب اس کو ٹوکا روکا جائے تو جان چھڑانے کے لیے یہ ہی کہتا ہے کہ جناب یہ اختلافی مسئلہ ہے بالکل یہی روش اس کتاب میں اختیار کی گئی ہے اختلاف اختلاف کہہ کر مسئلے بتانا کوئی بچوں کا کھیل نہیں۔ اسلام میں ہر چیز کے لیے ضابطے مقرر ہیں ضابطوں کو توڑنا مروڑنا فرقہ بازوں کا وطیرہ ہے خیال رہے کہ اختلافی مسئلہ صرف وہ ہوتا ہے جن میں آئمہ اربعہ کا اختلاف ہو اس طرح فقہ میں متفق علیہ مسئلہ بھی وہی ہے جس میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہو اور یہ ہم نے پہلے ثابت کر دیا کہ کالا خضاب لگانا ائمہ اربعہ یعنی امام اعظم۔ امام مالک امام شافعی امام احمد بن حنبل۔ تمام کے نزدیک حرام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام میں سے کسی نے بھی اس مسئلہ حرمت خضاب کو اختلافی مسئلہ نہ فرمایا۔ اس لیے کہ یہ متفق علیہ مسئلہ ہے نہ کہ اختلافی اس کے لیے مصنف مرحوم کو شرح نبراس اور عقود رسم المفتی جیسی قانونی کتابیں پڑھنی چاہئے تھیں تب ایسی غلطی نہ فرماتے۔ خیال رہے کہ مسئلہ کا اختلافی ہونا اور مسئلے میں مختلف اقوال ہونا اس میں فرق ہے۔ ہمارے بھولے

بھارے مصنف کو بھلا ان باریکیوں سے کیا غرض کسی مسئلے میں مختلف اقوال ہونا اس کو اختلافی نہیں بناتا ورنہ تو پھر کوئی مسئلہ بھی متفق علیہ نہ ملے گا۔ اسلام کے ہر ہر مسئلے میں تخریب کار شامل ہیں۔ تاریخ ہو یا تفسیر شرح ہو یا فقہ وغیرہ وغیرہ۔ لطیفہ۔ اس طرح کا ایک لطیفہ مشہور ہے کہ کراچی ہی کے ایک صاحب سے اچانک کسی نے سوال کر دیا کہ جناب بیت المقدس پر یہودیوں کا قبضہ ہو گیا یہ کون سے ملک میں ہے سوءِ اتفاق سے خطیب صاحب کو اس کا علم نہ تھا مگر اس کہنے میں کہ مجھے معلوم نہیں۔ انہوں نے اپنے مقتدیوں کے سامنے خفت اور شرمندگی محسوس کی۔ فوراً کہتے ہیں کہ یہ ملک عراق میں ہے۔ اس پر کسی دوسرے صاحب نے کہا کہ نہیں جناب یہ غلط ہے ابھی وہ شاید کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ خطیب صاحب نے فوراً فرمایا۔ دراصل یہ اختلافی مسئلہ ہے۔ اور اختلافی مسئلے نہ پوچھا کرو۔ اس طرح کہہ کر جان تو چھڑا لی مگر بات بہت مشہور ہوئی۔ کچھ لوگوں کا یہ لفظ تکیہ کلام بن چکا ہے۔ اگر یہ حرمت خضاب کا مسئلہ اختلافی ہوتا تو مصنف صاحب کو چاہئے تھا کہ اس پر بھی کسی کتاب مستند کا حوالہ پیش کرتے۔ اور یہ کیسے ممکن ہے کہ جس کی ممانعت پر صاف صاف احادیث کثیرہ صحیحہ وارد ہیں اس میں بعد والا کوئی شخص مجتہد یا فقیہ اختلاف کی جرأت کرے۔ احادیث مبارکہ کے صریحی حکم سے مخالفت تو کوئی گمراہ ہی کر سکتا ہے۔ بہرحال یہ مسئلہ اختلافی نہیں ہے نہ ہو سکتا ہے اس کو اختلافی کہنا مصنف مذکور کی خاصیت ہے۔ چوتھی غلطی۔ کتابچہ کے صفحہ ۷ پر کچھ روایتیں نقل کی ہیں جس میں صرف خضاب کا ذکر ہے کسی رنگ کا ذکر نہیں صفحہ ۸ پر مصنف نے اس سے ناجائز فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اس کو مطلق خضاب قرار دیا ہے۔ اور اپنی اس لغزش پر فخر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ لو حضرات احادیث سے ہر قسم کے خضاب کی اجازت مل گئی اب کھلی چھٹی ہے خوب جی بھر کر من مانیاں کر لو اور اپنی بات پر آنکھیں بند کر کے فتح الباری شرح بخاری کا حوالہ بھی جڑ دیا۔ لکھتے ہیں۔ وَقَدْ تَمَسَّكَ بِهِ مَنْ اَجَازَ الْخِضَابَ بِالسَّوَادِ۔ ترجمہ۔ اور بے شک اس حدیث سے تمسک کیا ہے اس نے جس نے کالے خضاب کی اجازت دی ہے۔ (جواب) اس عبارت سے مصنف مذکور کو یہ دھوکہ لگا کہ انہوں نے سمجھ لیا شاید فتح الباری شرح بخاری کے مصنف شارح

ابن حجر عسقلانی کا اپنا مذہب بھی خضاب سیاہ کے جواز میں ہے حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ مصنف ابن حجر اس سے پہلے جمہور فقہا کا مسلک نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تمام عُلَما کے نزدیک کالا خضاب لگانا حرام یا مکروہ ہے۔ پھر بعد کی سطور میں اُس شخص کا مسلک نقل فرماتے ہیں جو جواز کا قائل ہے۔ اور یہ عبارت فقط اسی کے مسلک کی دلیل ہے۔ اور یہ تذکرہ تائید میں نہیں بلکہ تردید میں ہے کہ اس حدیث میں خضاب کے رنگ کے ذکر نہ فرمانے سے مخالف کو موقعہ ہاتھ لگ گیا اور فوراً اس روایت سے استدلال بنا بیٹھا کہ کالا خضاب جائز ہے شارح علیہ الرحمۃ تو اُس استدلال کرنے والے کی حماقت ظاہر فرما رہے ہیں اِن الفاظ کی سختی پر ذرا غور فرمایئے کہ۔ اس حدیث سے تمسک کیا ہے۔ (فقط) اس نے جس (اکیلے) نے کالے خضاب کی۔ قَدْ تَمَسَّكَ اور مَنْ کی وحدت سے شارح یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اُس بدبخت انسان کی جرئت تو دیکھو کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو منع فرمائیں اور وہ مقابلتاً اجازت دیتا پھرے۔ اسی کا نام ترسلالت ہے۔ خیال رہے کہ شارحین اور مفسرین کا طریقہ یہ ہے کہ ہر جائز نا جائز۔ صحیح و غلط۔ مقبول و مردود قول کو نقل کر دیتے ہیں۔ لیکن ان کا اپنا مسلک اس میں شامل نہیں ہوتا۔ اُن کے مسلک کے لیے چند الفاظ مقرر ہیں۔ مثلاً ۱ عندنا الجمہور ۲ علیہ عامۃ المشائخ ۳ والاصح ۴ ومذھبنا ۵ وعندنا ۶ والفتویٰ علیہ۔ اِن ہی الفاظ میں مؤلف اور صاحب کتاب کا اپنا مسلک ہوتا ہے مردود اور غلط عقیدوں کو وہ قَالَ بعضٌ، وعند البعض۔ وقیل جیسے تمریض کے صیغوں سے نقل کر دیتے ہیں یہی طریقہ فتح الباری میں ہے بلکہ تمام ان کتابوں میں ہے جن کے حوالے اس مصنف صاحب کی کتاب میں ہیں۔ مثلاً طبقات ابن سعد۔ عالمگیری۔ شامی۔ اشعۃ اللمعات وغیرہ۔ علامہ مرحوم نے یا تو بذاتِ خود ان کتابوں کا مطالعہ نہیں فرمایا رسالوں یا کسی اور کتاب سے یہ حوالے نقل کر دئے ہیں یا سیاق و سباق پر نظر نہ ڈالی یا پھر جان بوجھ کر عبارات مردودیہ کو نقل کر کے عوام کو غلط فہمی میں مبتلا کیا گیا ہے۔ صاحب فتح الباری کا اپنا مسلک یہی ہے کہ کالا خضاب مکروہ تحریمی ہے ہماری اس بات کا ثبوت اس بات سے بھی ملتا ہے کہ علامہ مرحوم خود اس ہی صفحہ ۸۰ پر فتح الباری ہی کی عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت

ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے بوڑھوں پر گزرے جن کی داڑھیاں سفید تھیں تو آپ نے ان سے فرمایا۔ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ حَمِّرُوْا وَصَفِّرُوْا وَخَالِفُوْا اَھْلَ الْکِتَابِ۔ (بحوالہ مسند احمد۔ عینی شرح بخاری ص۵ اور فتح الباری ص۲۹۹ جلد ۱۰) ترجمہ۔ اے گروہ انصار اپنی داڑھیوں کو سرخ اور زرد کرو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ اس حدیث پاک میں۔ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی مخالفت میں جو خضاب لگانا ہے اُس کی وضاحت فرما دی گئی۔ کہ پہلی احادیث میں جو فقط خضاب کا ذکر ہے تو اُس کو کوئی اپنی حماقت سے مطلقاً نہ سمجھے نہ سیاہ خضاب کے جواز پر دلیل بنائے۔ نہ دھوکہ کھائے اور نہ دھوکہ دینے کی کوشش کرے بلکہ وہاں خضاب سے مراد حَمِّرُوْا وَصَفِّرُوْا۔ والا سرخ و زرد ہے۔ شارح علیہ الرحمتہ نے تو فَقَدْ تَمَسَّکَ و اے احمق شخص کی کمر توڑی ہے اور اُس کے تمسک کو باطل کیا ہے مگر وہ ہمارے علامہ مرحوم فتح الباری کا سہارا لے کر پھر اُسی باطل کی طرف مائل ہو گئے فتح الباری میں جس کی تردید ہے۔ اور تمام شارحین اس غلط تمسک کی کیوں نہ تردید کریں جب کہ وہ جانتے ہیں کہ مطلق کیا ہوتا ہے اور مقید کیا بلکہ آج مدرسے کا چھوٹا طالب علم بھی علم اصول فقہ اصول شاشی اور شرح تہذیب نورالانوار تلویح وغیرہ سے جانتا ہے کہ مطلق اور مقید کیا ہوتا ہے خیال رہے کہ کسی چیز کی ترکیب اضافی یا توصیفی چھوڑ دینے اور اس کو مفرد ذکر کر دینے سے وہ چیز مطلق نہیں بن جاتی بلکہ مطلق و مقید کے لیے کچھ شناختی شرائط ہیں جو اصول فقہ کی کتب میں درج ہیں مثلاً مطلق ہونے کی سات شناختی شرطیں ہیں۔ ۱ وہ چیز کسی مرکب اضافی کا مضاف نہ ہو۔ ۲ کسی مرکب توصیفی کا موصوف نہ ہو۔ ۳ کسی اسم اشارہ کا مشار الیہ نہ ہو۔ ۴ نکرہ معینہ نہ ہو۔ ۵ وہ چیز کسی معنوی اشارے سے بھی معین نہ ہو (یعنی ہاتھ یا آنکھ کے غیر لفظی اشارے سے نہ ہو) مثلاً اندھا آدمی کہے۔ یَا رَجُلًا خُذْ بِیَدِیْ اے مرد میرا ہاتھ پکڑ۔ یہاں رَجُلًا مطلق ہے لیکن اگر آنکھوں والا دیکھ کر کہے یَا رَجُلًا خُذْ بِیَدِیْ۔ یہاں رَجُلًا مقید ہے۔ ۶ متکلم کے کسی لفظ سے اُس چیز کا تعین مستنبط نہ ہوتا ہو۔ ۷ یا متکلم خود اپنے کسی اشارے یا لفظ اور کلامِ سابق یا مسبوق میں اس چیز کی وضاحت کر دے جس سے یہ مفرد چیز مقید بن جائے ان سات

شناختی قیود میں سے اگر ایک بھی کسی جگہ پائی جائے تو وہ چیز مقید ہو گی ورنہ مطلق۔ مصنف مذکور کی صفحہ ۷ پر پیش کردہ احادیث میں لفظ خضاب یا اس کا اشتقاقی صیغہ امر مطلق نہیں۔ بلکہ ممانعت والی تمام احادیث اور حمّروا وصفّروا کے وضاحتی کلام مقدس نے اس کو مقیّد بنا دیا۔ مگر علامہ مرحوم کو ان باریکیوں میں جانے کی زحمت کرنا کب گوارہ تھا۔ اگر مؤلف کتاب ھذا ان اصولی باتوں کے مطابق چلتے تو احادیث کی روشنی اور سچی سمجھ حاصل کر لیتے پھر ایسی غلط کتاب تالیف نہ کرتے۔ اب میں سوچتا ہوں کہ مصنف نے اپنی زندگی میں یہ کتاب کیوں نہ چھاپی نہ شائع کرائی غالباً وہ اس کو ان ہی کمزوریوں کی بنا پر اور تردیدی جواب کے اندیشے سے چھپائے رکھنا چاہتے تھے۔ پانچویں غلطی۔ اسی ص۸ پر فتح الباری کا تحریری ایک یہ قول بھی نقل کرتے ہیں۔ وَاِنَّ مِنَ الْعُلَمَاءِ مَنْ رَخَّصَ فِيهِ فِي الْجِهَادِ وَمِنْهُمْ مَنْ رَخَّصَ فِيهِ مُطْلَقًا۔ جواب۔ یہاں بھی حضرت شارح علیہ الرحمۃ نے اپنے آپ کو بچا لیا۔ رہا دوسرے مخالف گروہ کو مِنْهُمْ کہکر زمرۂ علماء میں شامل کرنا۔ یہ صرف ظاہری نسبت اور ظاہر داری ہے ورنہ ایسے گمراہ اور مخالف احادیث لوگوں کو علماء میں شامل نہیں کیا جاتا۔ آج ہم بھی بہت سے امام وخطیب ومشرع داڑھی والے حضرات کو جبّہ ودستار کے ساتھ دیکھ کر عالم کہہ دیتے ہیں حالانکہ حقیقت میں عالم نہیں ہوتے۔ صرف شعلہ بیان خطابت یا وعظ شیریں بیان یا قرأت پُرسوز امامت سے تو عالم ومحقق نہیں بن سکتا اس کے لیے تو بہت مستند ہونا پڑتا ہے چھٹی غلطی کتابچہ کے صفحہ ۹ پر حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت بحوالہ نسائی ترمذی اول ص۳۰۵ ابن ماجہ، شرح عینی، شرح فتح الباری۔ نقل کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ اَحْسَنَ مَاغَيَّرْتُمْ بِهِ الشَّيْبَ الْحِنَّاءُ وَالْكَتَمُ وَفِي رِوَايَةٍ اَنَّهُ اَفْضَلُ۔ ترجمہ۔ بے شک بہت ہی اچھا ہے جو تم مہندی اور وسمہ سے بالوں کی سفیدی کو بدلتے ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بے شک وہ بہت افضل ہے۔ جواب۔ اس روایت پاک کا مضمون ہے کہ حنا اور کتم یعنی مہندی میں برابر کی مقدار سے وسمہ ملا کر خضاب کرنا بہت ہی اچھا اور افضل ہے۔ اس مضمون کی سات ۷ روایتیں مصنف مذکور نے اپنی کتاب میں درج کیں ہیں۔ چنانچہ ۲ روایت اس کتاب کے صفحہ ۱۶ پر بحوالہ عینی

شرح بخاری جلد ۲۲ ص۵۰ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ ۔ اِخْتَضَبَ اَبُوْ بَكْرٍ بِالْحِنَاءِ وَالْكَتَمِ ۔ روایت ۳ صفحہ انیس ۱۹ پر لکھتے ہیں رَاَیْتُ مُحَمَّدَ ابْنَ الْحَنَفِیَّةِ یَخْضِبُ بِالْحِنَاءِ وَالْكَتَمِ (بحوالہ طبقات ابن سعد ص۱۱۴ جلد ۵) روایت ۴ محمد ابن عمرو وعَنْ اَبِیْ سَلَمَہ (کتاب کا ص۲) اَنَّہٗ کَانَ یَخْضِبُ بِالْحِنَاءِ وَالْكَتَمِ (بحوالہ طبقات ابن سعد ص۱۶۳ جلد ۵ ۔ مصنف نے کتاب کے صفحہ ۲۲ پر روایت ۵ لکھی ۔ حضرت عمرو بن سعید ابن العاص ۔ رَاَیْتُ اِبْرَاهِیْمَ وَاَبَانَ ابْنَیْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ وَجَدِّیْ یَخْضِبُوْنَ بِالْحِنَاءِ وَالْكَتَمِ (بحوالہ طبقات ابن سعد ص۲۹۷ جلد ۶) مصنف صاحب کی پیش کردہ روایت ۶ صفحہ ۲۲ پر ہی لکھتے ہیں ۔ حضرت عبد اللہ بن ابی سبرہ رضؓ فرماتے ہیں ۔ وَکَانَ اَبُوْ عُبَیْدَةَ یَصْبِغُ رَاْسَہٗ وَلِحْیَتَہٗ بِالْحِنَاءِ وَالْكَتَمِ (بحوالہ طبقات ابن سعد ص۳۸۵ جلد) مصنف صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۰ پر لکھا روایت ۷ ، عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔ اَوَّلُ مَنْ اخْتَضَبَ بِالْحِنَاءِ وَالْكَتَمِ اِبْرَاهِیْمُ وَاَوَّلُ مَنِ اخْتَضَبَ بِالسَّوَادِ فِرْعَوْنُ (بحوالہ سراج منیر شرح جامع صغیر ص۸۲ جلد ۲) ان ساتوں روایتوں کا مضمون یہی ہے کہ حنا میں کتم ملا کر خضاب کرنا جائز بھی ہے اور صحابہ کرام نے ایسا خضاب لگایا بھی ہے ۔ بلکہ بہت زمانوں سے اہل ایمان ایسا خضاب لگاتے چلے آ رہے ہیں اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت عملی ہے ۔ یہاں پہلی اور ساتویں روایت میں فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منقول ہے ۔ پہلی میں حنا وکتم کے خضاب کی تعریف ہے ساتویں میں اس کی وجہ ہی بیان فرمائی گئی ۔ بقیہ پانچ روایتوں میں صحابہؓ وتابعینؒ کا عمل مبارک بیان کیا گیا مگر چونکہ یہاں حنا وکتم کے ملاپ سے پیدا ہونے والے رنگ کی وضاحت نہیں فرمائی گئی اگرچہ دلالۃً واقتضاءً واشارۃً اور دوسری روایات کے تفسیری وتشریحی فرمودات وارشادات نبوی سے سرخ اور پیلے رنگ کی وضاحت ثابت ہے یہ ہمارے ان مصنف صاحب نے کمال لاعلمی سے ان روایت مقدسات میں بھی تخریب کاری کر کے عوام کو لغزش دینے کی کوشش کی اب وہ اس کوشش میں ہیں کہ حنا وکتم کی ملاوٹ والے خضاب سے بھی کالا رنگ ثابت کریں جس کے لیے انہوں

نے اشعۃ اللمعات اور المنجد کے حوالوں سے سہارا تلاش کرنا چاہا مگر بات پھر بھی نہ بنی۔ اور یہاں تک حد سے بڑھے کہ اعلیٰ حضرت کی ایک عبارت کا غلط مطلب بیان کرتے ہوئے جھوٹ تک بول گئے۔ مثلاً صفحہ ۱۰ پر اعلیٰحضرت کا قول نقل کرتے ہیں کہ۔ حنا وکتم کا خضاب لگانے سے سیاہی کی جھلک ہوتی ہے مگر اگلے صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں کہ اعلیٰحضرت کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ دالخ) حنا اور کتم کے خضاب سے سیاہی غالب اور سرخی مغلوب ہوتی ہے اب غور کیجئے کہ اگر انسان اس طرح کی غلط بیانیاں اور کج فہمیاں ہی کرتا رہے تو اپنے باطل نظریے اور خود ساختہ مسلک ومذہب کو کب تک بچا سکے گا۔ ایسی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان صاحب کو اردو زبان تک کی سمجھ نہیں فرمودات نبوت سمجھنا تو بے انتہائی دشوار ہے۔ لفظ جھلک کا معنیٰ ہے شائبہ بہت ہی خفیف مثل سایہ جس کو فارسی میں پرتو کہتے ہیں۔ جس طرح کہ بعض ریشمی سرخ۔ ہرے وغیرہ کپڑے پر۔ بوجہ چمک۔ اِدھر اُدھر کرنے سے دوسرے رنگ کی جھلک پڑتی ہے۔ اسی طرح حنا وکتم سے خضاب کر کے داڑھی اور بال ایسے سرخ ہوتے ہیں کہ اِدھر اُدھر پھرانے سے سیاہی کا سایہ اور جھلک پڑتی۔ اردو میں یہ لفظ ہر اس چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے جو نظر نہ آتی ہو صرف کسی طرح کا اشارہ ملتا ہو۔ اتنے عام استعمال محاورے کو بھی کوئی نہ سمجھے تو پھر کیا کہا جا سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ باطل نظریات بچانے کے لیے انسان کو کیا کچھ کرنا پڑتا ہے۔ پھر میں کہتا ہوں کہ ہمیں حنا وکتم ملے خضاب کے رنگ کی وضاحت کے لیے اشعۃ اللمعات یا منجد کو کھولنے کھکھوڑنے کی ضرورت کیا ہے جب کہ خود آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ ارفع اور ارشادات مقدسہ کی تین احادیث مبارکہ اس کی بہترین ومکمل تشریح فرما رہی ہیں صرف بصیرت وعقل سلیم چاہئے۔ پہلی وہ روایت کہ۔ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ حَمِّرُوْا وَصَفِّرُوْا۔ دوسری یہ روایت کہ اَوَّلُ مَنْ اِخْتَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْکَتَمِ اِبْرَاھِیْمُ وَاَوَّلُ مَنْ اِخْتَضَبَ بِالسَّوَادِ فِرْعَوْنُ۔ یہاں حنا وکتم کے مقابلے اور مخالفت میں بالسواد ارشاد ہے کم سے کم عقل والا بھی جان جاتا ہے کہ حنا وکتم کا خضاب سیاہی نہیں لاتا اگر بقول مصنف حِنَا وَکَتَمْ سے بھی سیاہی غالب آتی اور اس سے خضاب بالسواد ہی بنتا تو پھر اس تقسیم نبوی کی ضرورت کیا تھی اور فرعون کی

اولیت کیسے ہوتی لیکن اگر اشعت اللمعات ومنجد کے حوالے ضرور ہی لکھنے ہیں اور عوام پر حوالوں کی بھرمار سے رعبِ علمیت ڈالنا ہی ہے تو آیئے اِس پر بھی غور کر لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت علامہ کے یہ حوالے علامہ مرحوم کا کب تک اور کس طرح ساتھ دیتے ہیں۔ مصنف علام نے اپنی کتاب کے صفحہ ۹ و ۱۰ پر عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب اشعت اللمعات کے چار حوالے نقل کئے ہیں۔ پہلا حوالہ جلد ۳ ص ۶۱۸ پر ہے۔ وسمہ آن گیا ہیست و بعضے گفتہ اند درختے است یہ یمن کہ سیاہ کردہ میشود ببرگ وے موئے۔ دوسرا حوالہ جلد سوم ص ۶۱۸ واز کلامِ بعضے مفہوم فی شود کہ خضاب بکتم صرف۔ موجبِ سواد خالص است و بخلط وجمع آں بحنا سرخ آید بختہ مائل بسواد۔ نہ سواد پس مرادِ خضاب بمجموعِ حنا وکتم باشد کذا قیل۔ تیسرا حوالہ یہی مقام جلد سوم ص ۶۱۸ و بعضے گفتہ اند کہ کتم ہماں وسمہ است کذا قال العینی۔ تینوں عبارتوں کا معنیٰ یہ ہے کہ صرف کتم سے خضاب کرنے سے بالکل خالص سیاہی آتی ہے۔ مہندی کے ساتھ ملا کر خضاب کرتے سے پختہ اور مکمل سرخی آتی ہے جس سے میلان یعنی جھلک سیاہی کی آتی ہے نہ کہ سیاہی اور کتم و وسمہ ایک ہی پودے کا نام ہے۔ یعنی کتم اُس کا صفاتی نام ولقب ہے۔ کیونکہ کتم کا لغوی ترجمہ ہے چھپانا۔ پوشیدہ کرنا۔ تو چونکہ اُس بوٹی سے بڑھاپا چھپکر بے نشان ہوجاتا ہے اس لیے اس کو کتم کہا گیا۔ اس کا ذاتی نام ہر زبان میں وسمہ ہے۔ چونکہ یہ تینوں حوالے علامہ موصوف کے منشا و باطل نظریات کے خلاف جاتے تھے۔ اس لیے مطلب بر آری لیے۔ چوتھا حوالہ (یہی مقام ص ۶۱۸) نقل کرتے ہیں چنانچہ حنا چوں خلط کردہ شود باکتم خضابِ سیاہ افتد۔ ترجمہ کہ مہندی اور کتم یعنی وسمہ کو ملا دینے سے خضاب سیاہ ہوجاتا ہے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) یہ بیہودہ حوالہ حقیقت کے قطعًا خلاف ہے اگر یہ حوالہ درست ہے اور یہ عبارت اشعت اللمعات میں موجود ہے تب تو حضرت عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ پر تضاد بیانی کا اعتراض آتا ہے۔ کہ یہ حوالہ و عبارت پہلی عبارت ۲ کے سراسر خلاف ہے۔ اور یا پھر مصنف مذکور نے غلط بیانی سے کام لیا ہے اور یا اصل عبارت کو آگے پیچھے سے توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔ جو ایک

مولف کی دیانت داری کے خلاف۔ اور اس طرح کا ارتکاب علامہ مرحوم سے کئی جگہ سرزد ہوا ہے۔ جو اگلی سطور میں انشاء اللہ ظاہر کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی معاف فرمانے والا۔ صفحہ ۵ پر المنجد کی عبارت نقل کی ہے۔ (الکتم والکتمان) نَبْتٌ یُخْضَبُ بِهِ الشَّعْرُ وَ یُصْنَعُ مِنْهُ مِدَادُ الْكِتَابَةِ۔ (الوسم) شجرۃ ورقہا خضابٌ۔ یہ حوالے لکھ کر علامہ بہت خوش ہو رہے ہوں گے کہ میں نے اللہ رسول کے حرام کو حلال ثابت کر دیا حالانکہ یہ حوالہ بھی ان کو مفید نہیں کیونکہ یہاں صرف کتم اور وسمے کی لغوی تشریح کی گئی ہے جس میں یعنی لغوی تشریح میں کسی کا اختلاف نہیں اور یہی خضاب حرام ہے، بات تو حنا وکتم کی ہے اس کی سیاہی ثابت کرو تو بات بنتی ہے۔ اور یہی ناممکن لہٰذا یہ ساری کتاب اور آپ کی محنت برباد۔ **ساتویں غلطی**۔ مصنف صاحب ص۶ پر ابن ماجہ کتاب اللباس کے ص۲۶۷ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

عَنْ صُهَيْبِ الْخَيْرِ۔ قَالَ قَالَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اَحْسَنَ مَا اخْتَضَبْتُمْ بِهِ هٰذَا السَّوَادُ اَرْغَبُ لِنِسَائِكُمْ فِيْكُمْ وَاَهْيَبُ لَكُمْ فِي صُدُوْرِ عَدُوِّكُمْ۔ ترجمہ۔ بے شک سب سے زیادہ اچھا وہ چیز جس سے خضاب کرتے ہو تم یہ سیاہی ہے جو زیادہ رغبت دینے والا ہے تمہاری عورتوں کو تم میں اور زیادہ ہیبت میں ڈالنے والا ہے تمہارے بیسے تمہارے دشمن کے سینوں میں۔ **جواب**۔ فقط ایک یہ ہی روایت دستیاب ہو سکی کالے خضاب کے دلدادگان اور ان مصنف صاحب کو اس کے علاوہ کوئی بھی کسی قسم کی بھی روایت دنیا بھر میں کسی بھی کتب حدیث سے نہ ملسکی ورنہ مصنف مذکور فوراً وہ بھی وہاں سے لکھ ڈالتے۔ مگر اس روایت میں چار قسم کی غلطیاں اور کمزوریاں ہیں جس کی وجہ سے اس روایت کو کبھی حدیث رسول اللہ نہیں کہا جا سکتا۔ اس روایت کی پہلی کمزوری۔ یہ روایت بناوٹی اور موضوع ہے۔ چنانچہ اس روایت کے متعلق شرح انجاح کی عبارت حاشیہ ابن ماجہ ص۲۶۷ پر ۳۵ میں صاف لکھا ہے کہ هٰذَا الْحَدِيْثُ ضَعِيْفٌ۔ لِاَنَّ عَبْدَ الْحَمِيْدِ ابْنَ حَنِيْفِي يَضَعُ الْحَدِيْثَ (حوالہ از اسماء الرجال کی مشہور کتاب تقریب التہذیب ص۱۰۹) یہ بات مصنف مرحوم کو یقیناً معلوم تھی مگر نہ اس کا ذکر

کیا نہ اس کا رد کر سکے نہ کوئی تبصرہ۔ بس خاموشی سے گول کر گئے اسی کو کہتے ہیں مطلب پرستی اور حقیقت سے روگردانی۔ ایسی کج روی اور ریت کی دیواریں کھڑی کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا اُلٹا بدنامی کا سبب بنتا ہے۔ دوسری کمزوری یہ روایت اُن تمام احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے جن میں بڑی شدت سے کالے خضاب کی ممانعت اور وعید مذکور ہے۔ خاص کر اس حدیث مقدسہ کے جس کے بحوالہ ترمذی اوّل کتاب اللباس صـ ۳۰۵ اور بحوالہ نسائی دوم صـ ۲۲۶ اور بحوالہ ابوداؤد دوم صـ ۲۲۲ الفاظ اس طرح ہیں۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِنَّ اَحْسَنَ مَا غُیِّرَ بِہِ الشَّیْبُ اَلْحِنَاءُ وَالْکَتَمُ۔ ترجمہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک سب سے زیادہ اچھا وہ خضاب جس سے بڑھاپا متغیر کیا جاتا ہے وہ حنا اور کتم کی ملاوٹ والا خضاب ہے۔ اس حدیث میں بھی اَحْسَن اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور مصنف کی پیش کردہ ابن ماجہ والی حدیث میں بھی اَحْسَنَ ہے اور اُس روایت میں سیاہ خضاب کو اَحْسَنَ فرمایا جا رہا ہے جس کو بہت سی احادیث میں حرام و ممنوع فرمایا گیا اور اس ترمذی وغیرہ کی حدیثِ مقدسہ میں حنا و کتم کے خضاب کو اَحْسَنَ فرمایا گیا۔ اس حدیث پاک کو بہت سی کتابوں نے بہت سی سندوں کے ساتھ روایت فرمایا اور شارحین نے اس وجہ سے اس حدیث پاک کو حَسَنٌ صحیح فرمایا اور لکھا کہ "ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ"۔ لیکن مصنفِ مرحوم کی پیش کردہ روایت کو صرف ابن ماجہ نے لیا صرف ایک ہی سند سے اس میں بھی ایک راوی عبدالحمید ابن صیفی ہے جو اسماء الرجال میں۔ لین ہے۔ محدثین کے نزدیک لین کے معنی ہے کمزور، نرم ضعیف لین کی تین قسمیں ۱۔ لین فی الحفظ ۲۔ لین فی العقل ۳۔ لین فی الدیانت راوی کے لین ہونے کی وجہ سے روایت ضعیف اور ناقابلِ قبول ہو جاتی ہے (دیکھو اصولِ حدیث کی کتب) اگر اس ابن ماجہ کی غلط روایت کو بھی صحیح تسلیم کر لیا جائے تو ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں تضاد بیانی پائی جاتی ہے کہ کبھی کچھ اور کبھی کچھ (معاذ اللہ) اور یہ سراسر گستاخیِ نبوت ہے مولف مرحوم اگر زندہ ہوتے تو اُن سے توبہ کرائی جاتی اور

وہ یقیناً اپنی اس پوری کتاب سے توبہ ورجوع فرما لیتے۔ تیسری کمزوری۔ اگرچہ اب اس روایت کے موضوع ثابت ہو جانے کے بعد مزید جرح کی ضرورت نہیں ہے مگر باطل کی یہ غلط بیانی ختم و توڑنے کے لیے اتمام حجت ضروری ہے اس لیے یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ یہ روایت اخلاقاً بھی غلط ہے آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی ایسی بات نہیں فرما سکتے۔ یہاں کہا گیا ہے اَنْ عَیَّ لِبَنَّ لَکُمْ نِسَاءُکُمْ کے تین معنیٰ ہو سکتے ہیں را تمہاری بیویاں ۲ تمہارے پیغامِ نکاح کے لیے تمہاری پسندیدہ عورتیں جن کو تم پیغام نکاح دینا چاہتے ہو ۳ عام عورتوں کو جن کو تم نفسانی خواہش سے اپنا جوان چہرہ دکھا کر اپنی طرف راغب کرنا چاہو۔ مصنف نے پہلا ترجمہ کیا ہے مگر تدبّر سے آنکھیں بند کر لیں۔ یہ بھی نہ سوچا کہ بیوی جو تمہاری جوانی سے تمہارے ساتھ ہے تمہارے دن رات خلوت جلوت اوپر نیچے کے سب حالات سے باخبر ہے تمہارے سفید بالوں کو بھی جانتی ہے اور تمہارے بڑھاپے کو بھی تمہاری عمر کو بھی وہ صرف منہ کالا کرنے سے کس طرح تمہاری طرف راغب ہو سکتی ہے اس بیچاری کا پلہ تمہارے ساتھ بندھا ہوا ہے تو وہ جانتی ہے کہ بڈھے میاں اب کالا خضاب لگاتے جا رہے ہیں اب منہ سیاہ کر کے آئے ہیں وہ ان ھتکنڈوں اور شعبدہ بازیوں سے راغب نہیں ہو سکتی۔ اس کو تو تمہاری مردمی طاقت ہی راغب اور مائل کر سکتی ہے جو تمہاری داڑھی کے کالے اور خضاب آلودہ بالوں میں نہیں بلکہ نیچے ہے جس کو وہ جانتی ہے کہ حقیقتِ باطنی کیا ہے۔ اس کے بغیر ایک داڑھی اور سر کیا پورے جسم کو کالا کر کے آ جاؤ وہ کبھی راغب تو درکنار متاثر بھی نہ ہوگی بلکہ بڈھے میاں کا مذاق ہی اڑائے گی۔ اور اگر تمہارے پاس قوتِ مردمی ہے تو اس کے لیے تمہارے سفید بال اور کانپتے بڑھاپے کے ہاتھ بھی منظور ہیں پھر خضاب سیاہ کی فریب کاریوں کی ضرورت ہی نہیں۔ حاجتِ مشاطہ نیست قوتِ مردانہ را۔ یہ وہ حقائق ہیں جن کو ایک عام گھریلو آدمی بھی جانتا ہے۔ تو کیا نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جن کو پوری کائنات کا علم ہے ان باتوں کو نہ سمجھتے ہوں گے اور بیکار بے فائدہ بات فرما دیں۔ ناممکن ہے اور بقولِ مصنف نبی کریم بھی سرخ یا پیلا خضاب لگایا کرتے تھے۔ واگرچہ بھی حقیقتاً

غلط ہے) تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواجِ پاک کو اپنی طرف راغب کرنے کے لیے کالا خضاب کیوں نہ لگایا صرف دوسروں کو کیوں حکم دیا اور اَحْسَن کہہ کر آمادہ کیا سیاہ خضاب کو عملی سنت کیوں نہ بنایا۔ یہ وہ سوالات ہیں جو اس موضوع اور بناوٹی روایت پر وارد ہوتے ہیں جن کا جواب کوئی سیاہی والا نہیں دے سکتا بحمدُاللہ تعالیٰ۔ اور اگر لِنِسَاءِ کُمْ سے مُنتخب لِلنِّکاح عورتیں مراد ہیں اور بڈھے میاں اُن کو راغب کرنے پیغامِ نکاح منوانے کے لیے کالا خضاب لگا کر عورت والوں کے سامنے منہ دکھلوا کرتے ہیں تو یہ سراسر دھوکہ دہی ہے اگر اس فریب میں آ کر وہ عورت اور لواحقین بڈھے پیغامِ نکاح دینے والے کو جوان سمجھ کر پیغام مان لیتے ہیں نکاح ہو جاتا ہے، پھر جب عیب کھلے گا۔ عورت اور اُس کے لواحقین پچھتاتے ہوں گے تو اس فریب دہی کا گناہ کہاں تک جائے گا۔ خاوند کہے گا مجھ کو فریب کاری کا یہ طریقہ ابن ماجہ کی ایک روایت نے سکھایا اور بیوی عدالت وکچہری میں خیارِ عیب حاصل کرتی پھرے گی۔ بھائیوں کچھ تو سوچو کیوں اندھے بن کر جہنم کا راستہ تلاش کرتے پھر رہے ہو۔ اور اگر لِنِسَاءِ کُمْ سے مراد عام چلتی پھرتی گلی محلے کی عورتیں ہیں اِن کے دکھلاوے کے لیے اور ان کو راغب کرنے کے لیے کالا خضاب لگا کر سرِ راہ عورتوں کو دکھانا مقصود ہو تو یہ کھلی بدمعاشی۔ بے غیرتی فحاشی وعیاشی ہے کیا اِس کا حکم نبی کریم دے سکتے ہیں (معاذ اللہ۔ معاذ اللہ) غور تو کرو کہ ابن ماجہ کی اِس ذرا سی بے احتیاطی نے کتنوں کے ایمان برباد کر دئے اِس روایت خود ساختہ سے۔ سراسر ناموسِ رسالت کی گستاخی ہو رہی ہے ایک ابن ماجہ کی کیا حیثیت ہے ہزاروں ابن ماجہ عزتِ آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کئے جا سکتے ہیں یہی وہ روایت ہے جس کو لکھ کر مصنف مذکور خوشی سے بغلیں بجاتے ہوں گے۔ اُس کا بھی حشر آپ نے دیکھ لیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰالِكَ

چوتھی کمزوری۔ اس روایت میں۔ کالے خضاب کا دوسرا فائدہ یہ لکھا ہے کہ وَاَهْيَبُ لَكُمْ فِي صُدُوْرِ عَدُوِّكُمْ۔ یہ عبارت لفظاً بھی نحوی قواعد سے سے کچھ غلط لگتی ہے کیونکہ عَدُوِّ واحد ہے اور صدور جمع ہے ایک عدو کے بہت سے صدور (سینے) کیسے ہو سکتے ہیں عُلماءِ نُحات کے نزدیک واحد سے جمع مراد لینے کی تین شرطیں ہیں (۱) وہ واحد الف لام استغراقی سے معرّف ہو (۲) نکرہ مفرد غیر مخصوصہ ہو مضاف نہ ہو (۳) یا تکرارِ لفظ ہو۔ جیسے عَدُوِّي وَعَدُوُّكُمْ

مگر یہاں یہ کوئی شرط نہیں اس لیے اِس کی وحدت متعین ہے۔ لہٰذا حدیث کے اندر
ایسی غلطی نہیں ہوسکتی۔ نیز یہاں لفظ عَدُوَّکُم مجمل اور غیر واضح ہے یہ پتہ نہیں کہ
دشمن سے ذاتی دشمن مراد ہے یا دینی ایمانی دشمن کسی بھی دوسری حدیث نے اس کی
وضاحت نہیں فرمائی نہ کسی شارح کے قول نے حالانکہ احادیث کے احکام قیامت
تک سب مسلمانوں کے لیے یکساں ہیں۔ اگر ذاتی دشمن مراد ہیں تو یہ اس طرح داڑھیاں
اور سر کے بال کالے کر کے اپنے ذاتی دشمنوں کو دھوکہ دینا اور مرعوب و موھوب
(ہیبت زدہ) کرنے کے لیے حکم نبوی نہیں ہوسکتا۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم
تو ذاتی دشمنیاں ختم کرنے تشریف لائے ہیں مگر یہ روایات دشمنی بھڑکانے کا سبق
سکھاتی ہے اور اگر کفار دشمن مراد ہوں تو یہ صرف ایک تخیل ہے کہ کالی داڑھی
سے کفار ہیبت زدہ ہو جائیں خاص کر آج کل کے ہتھیاروں کے زمانے میں تو زمانہ
جنگ وجہاد میں نہ دوبدو آمنے سامنے لڑائی ہوتی ہے نہ تیر و تلوار کی مشقت نہ جوانی
کے زورِ بازو کا استعمال اسی لیے کسی بھی مجاہد کے لیے کسی حدیثِ پاک میں کالے
خضاب کی کوئی اجازت مذکور نہیں۔ صرف فقہاءِ کرام نے فقط اُس زمانے کی جنگوں
میں مجاہد کے سفید بالوں کے لیے کالے خضاب کی وقتی طور پر بحالتِ جنگ استنباطی
اجازت دی تھی اب وہ بھی نہیں۔ صفحہ ۱۲ پر ان ہی الفاظ کی ایک اور روایت
بحوالہ عینی شرح بخاری ص۵۱۔ فاروق اعظمؓ کی طرف بھی منسوب کی گئی مگر یہ بھی بناوٹی
جھوٹی روایت ہے اور فاروق اعظمؓ پر تہمت کیونکہ خود فاروق اعظمؓ نے کبھی
کالا خضاب نہیں لگایا حالانکہ آپ کی بھی　بیویاں تھیں اور آپ نے بڑھاپے میں حضرت
کلثومؓ بنت علیؓ سے نکاح بھی کیا تھا۔ آپ خود ہمیشہ خالص مہندی کا خضاب لگایا
کرتے تھے۔ چنانچہ جمع الوسائل جلد اول ص۹۰ شرح مناوی جلد اول ص۹۰ مشکوٰۃ شریف
ص۳۸۴ بحوالہ مسلم و بخاری ہے اِنَّ اَبَا بَکْرٍ کَانَ یَخْضِبُ بِالْحِنَّاءِ وَالْکَتَمِ وَعُمَرُ
بِالْحِنَّاءِ بَحْتًا۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ فاروق اعظمؓ خود تو ممنوع خضاب سے
بچیں اور لوگوں کو محض عورتوں کے لیے سیاہ خضاب پر آمادہ کریں وہ بناوٹی روایت بھی ان
خرابیوں سوالوں اور اعتراضات اور اندیشوں کے زد میں　آتی　ہے، جن کا
جواب ان آشفتگانِ خضابِ اسود کے پاس نہیں ہے۔ آٹھویں غلطی۔ اسی

کتاب کے صـ۱۲ اور صـ۱۴ پر فتاوی عالمگیری چہارم صـ۱۳۹ اور فتاوی شامی پنجم صـ۲۹۵ کی عبارت نقل کرتے ہوئے بڑے فخر سے لکھتے ہیں۔ وَرُوِیَ عَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ قَالَ کَمَا یُعْجِبُنِیْ اَنْ تَتَزَیَّنَ لِیْ یُعْجِبُہَا اَنْ اَتَزَیَّنَ لَہَا۔ کَذَا فِی الذَّخِیْرَۃِ ترجمہ۔ اور روایت کیا گیا ہے امام یوسفؒ سے انہوں نے فرمایا۔ جیسے مجھے یہ اچھا لگتا ہے کہ میری بیوی میرے لیے زینت و آرائش کرے اسی طرح اُسے بھی اچھا لگتا ہے کہ میں اس کے لیے زینت و آرائش کروں۔ **جواب**) اسی عبارت سے ایک دو سطر پہلے فتاوی عالمگیری و شامی دونوں نے فرمایا کہ عام مشائخ کے نزدیک عورتوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے کالا خضاب مکروہ تحریمی ہے۔ اسی سے ان ہر دو فتاوی کا اپنا مسلک ظاہر ہو گیا کہ ان حنفی علما فقہا کے نزدیک سیاہ خضاب ناجائز ہے بلکہ پہلی سطور میں لکھا ہے کہ سرخ خضاب مسلمانوں کی علامت خصوصیہ ہے گویا سرخ خضاب چھوڑ کر کالا رنگ کرنا مسلمانوں کی نشانی سے ہٹنا ہے اور کفار کی نشانی اپنے آپ پر لگانا ہے۔ اس بات سے بھی ان کا اپنا مسلک ثابت ہو رہا ہے آگے امام یوسف کے متعلق ایک منسوب شدہ قول نقل کرتے ہیں کہ کسی نا معلوم شخص نے امام یوسف کی طرف سے کہا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جس طرح مجھ کو بیوی کا بناؤ سنگھار اور نہائی دھوئی اجلی ہونا پسند ہے اس طرح وہ بھی چاہتی ہے اُس کا خاوند بھی اپنی زینت کرے۔ یہاں فتاوی عالمگیری نے فتاوی ذخیرہ سے اور شامی و عالمگیری نے یہ قول مجہول راوی کی طرف سے نقل کر دیا کوئی پتہ نہیں امام یوسف نے کس کتاب میں فرمایا۔ ان دونوں فتاوی نے اس کو خضاب کے مسئلے کے ساتھ لکھ کر مصنف کو مزید موقعہ فراہم کیا کہ وہ کالے خضاب کے جواز پر اس عبارت سے استدلال پکڑیں مگر دو وجہ سے مصنف مرحوم کا اس سے استدلال پکڑنا غلط ہے اولاً تو اس لیے کہ زینت سے مراد کالا خضاب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خاوند بیوی تو شروع دن سے چاہتے ہیں کہ ایک دوسرے کے لیے دونوں زینت کریں بلکہ ہر شخص دوست احباب وغیرہ بھی زینت کو پسند کرتے۔ یہاں تک کہ رب تعالیٰ بھی زینت کو پسند کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔ ترجمہ۔ ہر مسجد کے پاس زینت اختیار کرو۔ اس آیت سے

ثابت ہو رہا ہے کہ زینت سے پاکیزگی صفائی نہانا دھوتا۔ اچھا عمدہ خوب صورت مکمل لباس پہننا ہے اور جسم۔ بالوں، ہاتھوں پیروں، سر اور چہرے کا میل دھوتا ہے نہ کہ صرف بال کالے کرنا یعنی خاوند، بیوی کے علاوہ ہر شخص صاف ستھرے مہذب نہائے دھوئے آدمی کو پسند کرتا ہے۔ گندے مندے کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔ امام یوسف کی روایت کا معنیٰ اور آیت کا منشا فقط یہ ہی ہے۔ اس کا خضاب سے کوئی تعلق نہیں۔ زینت کا معنیٰ کالا خضاب کسی لغت نے نہیں کئے۔ عالمگیری وشامی کا یہ روایت یہاں لکھنا بلا وجہ ایک دوسرے کی نقل مارنا ہے لیکن اس نقل سازی سے بھی مصنف کا مطلب حل نہیں ہوتا کیونکہ۔ اگر زینت سے خضاب ہی مراد لیا جائے تب بھی مسلک اور جائز خضاب مراد ہے یعنی سرخ خضاب۔ نہ کہ ناجائز خضاب۔ اور اگر مصنف کے نزدیک بوڑھے میاں کے کالے خضاب میں ہی زینت ہے تو ان فتاویٰ کے نزدیک فقط سرخ خضاب میں زینت ہے اس لیے جمہور نے اسی کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ صفحہ ۱۴ پر بالکل اسی فتاویٰ شامی و ذخیرہ جیسی فارسی عبارت بحوالہ اشعت اللمعات ص۲۱ نقل کی ہے۔ اسی عبارت میں محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا اپنا مسلک ہی بیان کیا گیا ہے کہ اُن کے نزدیک بھی کالا خضاب حرام و مکروہ تحریمی ہے۔ نویں غلطی ص۱۵ پر پانچ عبارتیں نقل کی گئیں ہیں ۱۔ حضرت عثمان بن عبداللہ بن موھب فرماتے ہیں۔ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی اُمِّ سَلَمَةَ فَاَخْرَجَتْ اِلَیْنَا شَعْرًا النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَخْضُوْبًا۔ ھٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ وَزَادَ ابْنُ مَاجَۃَ دَاَحْمَدُ بِالْحِنَّاءِ وَالْکَتَمِ۔ ترجمہ۔ عثمان بن عبداللہ نے فرمایا کہ میں حضرت اُمِّ سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے ہمارے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں سے ایک بال شریف نکالا جو خضاب کیا ہوا تھا یہ بخاری کے الفاظ ہیں اور ابن ماجہ واحمد نے اس روایت میں یہ الفاظ بڑھائے ہیں وہ بال مبارک مہندی اور وسمہ سے خضاب کیا ہوا تھا۔

عبارت دوم۔ ابی رمثہ فرماتے ہیں۔ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْضِبُ بِالْحِنَّاءِ وَالْکَتَمِ۔ وَھٰذَا اَلرِّوَایَتُ صَرِیْحَۃٌ فِیْ خِضَابِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ ترجمہ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خضاب کیا کرتے تھے

مہندی اور وسمہ کا۔ اور یہ آپ کے خضاب کرنے میں صریح روایت ہے۔ عبارت سوم۔ حضرت ابوجعفر (امام محمد باقر) فرماتے ہیں۔ شَمِطَ عَارِضَا رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلّم فخضب بِحِنَاءٍ۔ ترجمہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخساروں کے بال سفید ہوگئے تو آپ نے مہندی اور وسمہ سے خضاب کیا۔ عبارت چہارم حضرت انس رضہ فرماتے ہیں۔ رَأَیْتُ شَعْرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلّم مخضوبًا ترجمہ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک خضاب کیا ہوا دیکھا۔ عبارت پنجم صفحہ ۱۶ پر ہے کہ حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل رضہ فرماتے ہیں۔ رَأَیْتُ شَعْرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلّم عِنْدَ اَنَسِ ابْنِ مَالِکٍ مَخْضُوْبًا۔ ترجمہ میں نے انس بن مالک کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک خضاب کیا ہوا دیکھا یہ پانچوں روایتیں مصنف صاحب نے۔ کتاب جمع الوسائل شرح شمائل ترمذی ملا علی قاری سے علی ترتیب الصفحات نقل فرمائیں ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۱۰۰ جلد اول۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مہندی اور وسمہ کا خضاب کیا۔

جواب۔ نامعلوم مصنف نے یہ پانچ عبارتیں کیا ثابت کرنے کے لیے نقل فرمائیں۔ مہندی اور وسمہ ملا کر خضاب کرتے ہیں تو کسی کا اعتراض یا انکار نہیں تمام مسلمان اس کو جائز احسن اور بہتر کہتے ہیں بلکہ حدیث پاک میں خود آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابراہیم علیہ السّلام کا خضاب الحناء والکتم کا فرمایا ہے اور اس خضاب کا تقابل بالسواد سے فرمایا یعنی اس کے مقابل و مخالف خضاب سیاہ ہے جو سب سے پہلے دنیا میں فرعون نے لگایا اس تقابل سے ثابت ہوا کہ حنا اور کتم (وسمے) کا خضاب اسود یعنی کالا نہیں ہوتا اس حدیث پاک کو ہم اپنی پانچویں دلیل میں سنداً دیلمی کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں یہ حدیث پاک سنداً متناً عباداً۔ روایتاً درایتاً ہر اعتبار سے درست اور صحیح ہے اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ اس کی صحت کے تین دلائل ہیں۔ ۱۔ محدثانہ جرح سے صحت ثابت ۲۔ اس کے سب ثقہ راوی ہیں جو جرح محدثین میں ہر اعتبار سے صحیح قابل قبول ہیں ۳۔ سب سے بڑی وجہ یہ کہ اعلحضرت مجدد بریلوی نے اپنی کتاب حک العیب

کے ص۵ پر اِس حدیث مقدسہ سے حرمتِ خضاب سیاہ اور جوازِ خضاب سرخ پر استدلال فرمایا اور اعلیٰ حضرت کا کسی دلیل کو قبول فرمالینا ہی صحت کے لیے کافی ہے۔ غالباً مصنف مرحوم اِس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ کتم وحنا کا ملا ہوا خضاب بھی سیاہ کرتا ہے۔ اگر یہ بات ہے جیسا کہ اُن کے اشاروں سے اندازہ ہو رہا ہے تو یہ مصنف صاحب کی بدترین غلطی و کم فہمی ہے۔ ہاں البتہ جن روایتوں میں یہ لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنا وکتم کا خضاب لگایا وہ غلط ہے اور ایسی سب روایتیں جھوٹی و کذب بیانی ہیں اس لیے کہ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک سفید ہوئے ہی نہیں صرف چند بال مبارک سفید تھے باقی سب سیاہ ہی رہے اور سیاہ بالوں پر تو کبھی خضاب لگایا ہی نہیں جاتا۔ چنانچہ ابن ماجہ شریف ص۲۶۶ پر ہے۔ باب مَنْ تَرَکَ الْخِضَابَ۔ پہلی حدیث پاک۔ محمد بن مثنّٰی۔ ابوداؤد زُھَیر۔ ابی اسحٰق۔ ابی جحفہ۔ قَالَ رَأَیْتُ رسولَ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ھٰذِہٖ مِنْهُ بَیْضَاءَ یعنی عَنْفَقَتَهٗ۔ دوسری حدیث پاک۔ عَنْ حُمَیدٍ قَالَ سُئِلَ اَنَسُ ابْنُ مَالِكٍ اَخَضَبَ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلّم۔ قَالَ اِنَّهٗ لَمْ یَرَ مِنَ الشَّیْبِ اِلَّا سَبْعَةَ عَشَرَ اَوْ عِشْرِیْنَ شَعْرَةً فِیْ مُقَدَّمِ لِحْیَتِهٖ۔ تیسری حدیث پاک۔ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کَانَ شَیْبُ رَسُوْلِ اللّٰہِ نَحْوَ عِشْرِیْنَ شَعْرَةً۔ ترجمہ تینوں احادیث کا آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی قسم کا کسی رنگ کا خضاب نہ لگایا کیونکہ آپ کے بال شریف صرف سترہ۱۷ عدد یا بیس۲۰ عدد سفید ہوئے تھے۔ یہ فرمان حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے ہر وقت پاس رہنے والے صحابہ کرام کا ہے۔ اور ابو جحیفہ صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے خود بغور دیکھا کہ آپ کی عنفقہ شریف یعنی نچلے ہونٹ مقدس کے نیچے والے بالوں مبارکوں میں کچھ سفیدی آگئی تھی۔ یہاں ہی حاشیہ میں ہے ۳ وَفِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ دَاوٗدَ کَانَ یُصَفِّرُ لِحْیَتَهٗ بِالْوَرْسِ وَالزَّعْفَرَانِ۔ ترجمہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کبھی کبھی اپنی داڑھی مبارک کو ورس اور زعفران کی خوشبو لگا لیتے تھے۔ (ابوداؤد ص۲۲۲ جلد اوّل) مصنف صاحب کی یہاں نقل کردہ پہلی روایت کا جواب ابن ماجہ کے حاشیہ ۹ ص۲۶۶ پر اس

اس طرح ہے۔ قَالَ الْقَاضِیْ اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ هَلْ خَضَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمْ لَا فَمَنَعَهُ الْاَکْثَرُوْنَ بِحَدِیْثِ اَنَسٍ هَلْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَضِیْبَ فَقَالَ لَمْ یَبْلُغِ الْخِضَابَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ (الخ) یَکُوْنُ ذَالِكَ مِنَ الطِّیْبِ الَّذِیْ کَانَ یُطَیِّبُ بِهٖ شَعْرَهٗ لِاَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَسْتَعْمِلُ الطِّیْبَ کَثِیْرًا وَهُوَ یُزِیْلُ سَوَادَ الشَّعْرِ۔ ترجمہ۔ فرمایا قاضی نے کہ علماء نے مختلف باتیں کی ہیں اس بارے میں کہ آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خضاب لگایا۔ یا کہ نہ لگایا۔ تو اکثر فقہاءِ کرام نے یہ ہی فرمایا ہے کہ کبھی خضاب نہ لگایا۔ حضرت انسؓ کی اس (مندرجہ بالا) حدیث کی وجہ سے (جو اوپر ہم نے نقل کی) کہ اُن سے لوگوں نے پوچھا۔ کیا نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خضاب لگایا تھا۔ تو حضرت انس نے جواباً فرمایا کہ بال مبارک خضاب لگانے کی حالت (سفیدی) تک پہنچے ہی نہ تھے۔ اس حدیث کو مسلم شریف نے بھی روایت کیا ہے۔ یہ پیلا رنگ جو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مقدس میں دیکھا جا رہا ہے یہ اُس خوشبو کا رنگ ہے جو آپ اپنے بالوں میں لگایا کرتے تھے اس لیے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو بہت استعمال فرماتے تھے۔ اور یہ خوشبو ہی بالوں کی اصلی قدرتی سیاہی کو تھوڑا سا زائل کر کے پیلاہٹ کو غالب کر دیتی تھی۔ ثابت ہوا کہ یہ خضاب نہ تھا حاشیہ ابو داؤد شریف جلد اوّل صفحہ ۲۲۲ پر ہے۔ مِنْ کَلَامِ اَنَسٍ۔ فَقَالَ مَا اَدْرِیْ فِیْ هٰذَا الَّذِیْ یُحَدِّثُوْنَ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ ذَالِكَ مِنَ الطِّیْبِ الَّذِیْ کَانَ یُطَیِّبُ بِهٖ شَعْرَهٗ، لِاَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَسْتَعْمِلُ الطِّیْبَ کَثِیْرًا وَهُوَ یُزِیْلُ سَوَادَ الشَّعْرِ فَاَسْنَدَ نُسِبَ اِلٰی اَنَّ تَغَیُّرَ ذَالِكَ لَیْسَ بِصِبْغٍ وَاِنَّمَا هُوَ لِضُعْفِ لَوْنِ سَوَادِهٖ بِسَبَبِ الطِّیْبِ قَالَ وَیَحْتَمِلُ اَنَّ تِلْكَ الشَّعْرَاتِ تَغَیَّرَتْ بَعْدَهٗ لِکَثْرَتِ تَطَیُّبِ اُمِّ سَلَمَةَ لَهَا اِکْرَامًا۔ ترجمہ۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام کے وہ مختلف معنیٰ جو لوگ اپنی اپنی رائے میں بیان کرتے ہیں اُن سب اقوال کا نتیجہ صرف یہی نکلتا ہوں اور یہی سب کا خلاصہ ہے کہ آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں میں وہ اُس خوشبو کا رنگ تھا جو آپ اپنے داڑھی

مبارک کے بالوں کو لگایا کرتے تھے اس لیے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو بہت کثرت سے استعمال فرمایا کرتے تھے اور وہ خوشبو ہی تھی جو بالوں کی اصلی قدرتی سیاہی کو زائل کر دیا کرتی تھی (اور بال سرخ معلوم ہوتے لگتے تھے) پس حضرت انس نے خضاب کا انکار کر کے اشارہ فرمایا ہے کہ یہ تبدیلی کسی خضابی رنگ سے نہیں تھی۔ بلکہ وہ فقط بالوں کی سیاہی کے رنگ کے ہلکا پڑنے سے تبدیلی تھی خوشبو لگانے کی وجہ سے۔ شارح نے فرمایا اور یہ احتمال بھی درست ہو سکتا ہے کہ جو بال شریف حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دکھائے اُن کا سرخ اور بھورا ہونا اُس خوشبو کی وجہ سے ہو جو خود حضرت اُم سلمہ ہی کثرت سے ان کو خوشبو لگاتی تھیں بالوں کی تعظیم کی بنا پر واللہ اعلم بالصواب۔ کتنا صاف ہو گیا یہ مسئلہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی کوئی خضاب نہ لگایا۔ یہ تھیں وہ اُلجھنیں اور غلطیاں جو ہمارے متقدمین و متاخرین مصنفوں کی ٹکے ہر جھوٹے سچے قول کو لکھ دینے سے پیدا ہو کر ہر مسئلے کو اُلجھا دیتی ہیں۔ مگر ان میں اُلجھنا اور نیا مسلک بنا لینا یہ وہ غلطیاں ہیں جن میں اُن متقدمین کو معذور سمجھ کر تو معاف رکھا جا سکتا ہے مگر موجودہ دور کے کسی مصنف کا اِن تشریحات سے منہ چھپا کر نکل جانا معاف نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ پہلے زمانوں میں کسی روایت کی غلط بیانی یا اُلجھاؤ سے نکل جانا اور سچی وضاحت کا پا لینا اتنا آسان نہ تھا جتنا آج ہے اُس زمانے میں نہ مکتبے نہ پریس۔ نہ لائبریریاں ہوتی تھیں نہ اتنی کتابیں آج کے مصنف اور سچائی کے متلاشی کو کتنی سہولتیں ہیں کہ ایک ایک مسئلے کے لیے سینکڑوں کتابیں۔ شرحیں۔ تفسیریں وضاحتیں چند لمحوں میں میسّر آجاتی ہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ مصنف مرحوم کو ہمارے پیش کردہ صحاح ستہ کے حوالے اور شرحیں اور سچے وضاحتی اقوال میسّر نہ آئے یا نظر نہ آئے۔ ایسا ہرگز نہیں یہ سب کچھ جان کر غلط اور باطل نظریے کو بچانے کے لیے کیا گیا ہے اور ان وضاحتوں سے مصنف منہ لپیٹ کر نکل گئے۔ کیا اِس حرکت کو دیانتدار مصنفین کی فہرست میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ اِن لغزشوں کم ظرفیوں سے مسلک بچانا کوئی صحت مند تصنیف ہیں دسویں غلطی ص ۱۶ پر ہی ہے۔ اِختتصنیف

اَبُوْ بَکْرٍ بِالْحِنَاءِ۔ وَالْکَتَمِ۔ ترجمہ۔ حضرت ابوبکر صدیق حناء وکتم سے خضاب کیا کرتے تھے۔ جواب۔ بالکل ٹھیک کرتے تھے یہ خضاب شرعاً جائز ہے۔ اس میں کوئی تنازعہ نہیں۔ آپ کو کیا اعتراض ہے۔ گیارھویں غلطی ص ۱۶ پر یہی ہے۔ امام بدرالدین عینی حنفی شارح بخاری کی ایک دراز عبارت نقل کرتے ہیں اس کی پہلی سطر اس طرح ہے اَنَّ عُثْمَانَ کَانَ یَخْضِبُ بِهٖ (الخ) ترجمہ بے شک عثمان اس کا خضاب لگاتے تھے۔ جواب۔ یہ عبارت مجہول ہے نہ یہ پتہ کہ یہ عثمان کون سے ہیں۔ اسماءُ الرجال میں صحابہ وتابعین کے دس حضرات عثمان نامی ہیں۔ یہاں کون سے عثمان مراد ہیں صحابی ہیں یا تابعی اس کی کوئی وضاحت نہیں مصنف اپنے ترجمے میں ان کو عثمان غنی بتا رہے ہیں مگر کوئی ثبوت نہیں اس طرح خضاب کے بارے میں بھی کوئی وضاحت نہیں یخضب بہ میں ہ ضمیر کا معنیٰ ہے اُس اب اس سے کوئی کیا سمجھ سکتا ہے اس کا معنی سرخ بھی ہو سکتا ہے پیلا بھی۔ حنا وکتم بھی۔ مصنف نے اپنی مرضی کا ترجمہ سیاہ کر لیا دوسرا کوئی اٹھے گا وہ اپنی مرضی کا ترجمہ کرے گا۔ مسئلہ تو اس طرح حل نہ ہوا یہ ذمہ داری تو مصنف صاحب کی تھی کہ سیاق وسباق کی پوری عبارت نقل کرکے بات صاف کرتے اس طرح کی درمیان سے کانٹ چھانٹ کر کے عبارت لکھ دینی تو اور مشکوک کر دیتی ہے یہ بھی تو خیال کیا جا سکتا ہے کہ مصنف نے جان بوجھ کر اپنے خلاف عبارت چھوڑ کر درمیانی عبارت لکھ کر اپنے مطلب کا غلط ترجمہ کر دیا ہو جس طرح کہ مصنف نے چندجگہ ایسا کیا ہے۔ جس کو ہم ابھی آئندہ ثابت کریں گے۔ بارھویں غلطی۔ اسی عبارت کی آخری سطور میں لکھتے ہیں۔ وَرَوٰی ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَالِكٍ قَالَ لَمْ اَسْمَعْ فِیْ صِبْغِ الشَّعْرِ بِالسَّوَادِ نَهْیًا مَعْلُوْمًا۔ (الخ) ترجمہ۔ ابن وہب نے مالک سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ بالوں کو سیاہ کرنے کے بارے میں میں نے کوئی معلوم حدیث ممانعت کی نہیں سنی۔ (جواب) اس عبارت میں تین لغزشیں اور چشم پوشیاں ہیں (۱) یہ حوالہ مؤطا امام مالکؒ کا دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ الفاظ امام مالک رضی اللہ عنہ نے نہیں فرمائے وہاں اس طرح روایت ہے۔ مؤطا جلد دوم باب مَاجَاءَ فِیْ صِبْغِ الشَّعْرِ۔ ہمارے پاس اس وقت مؤطا علیٰ حاشیہ

ابن ماجہ مطبوعہ سعید کراچی ہے اُس کے صفحہ ۲۶۶ پر ہے۔ قَالَ مَالِكٌ فِی صَبْغِ الشَّعرِ بِالسَّوَادِ لَمْ اَسْمَعْ فِیْ ذَالِكَ شَیْئًا مَعْلُوْمًا۔ وَغَیْرُ ذَالِكَ مِنَ الصَّبْغِ اَحَبُّ اِلَیَّ (الخ) قَالَ مَالِكٌ فِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ بَیَانُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ لَمْ یَصْبُغْ وَلَوْ صَبَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ لَاَرْسَلَتْ عَائِشَةُ بِذَالِكَ اِلٰی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْاَسْوَدِ (اس عبارت میں جس روایت کی طرف اشارہ ہے وہ اوپر اس طرح لکھی ہے۔ مَالِكٌ عَنْ یَحْیٰی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ التَّیْمِیْ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ یَغُوْثَ قَالَ وَکَانَ جَلِیْسًا لَهُمْ وَکَانَ اَبْیَضَ الرَّاْسِ وَاللِّحْیَةِ فَغَدَا عَلَیْهِمْ ذَاتَ یَوْمٍ وَقَدْ حَمَّرَهَا قَالَ فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ وَهُوَ الْحَسَنُ۔ فَقَالَ اِنَّ اُمِّیْ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ اَرْسَلَتْ اِلَیَّ الْبَارِحَةَ جَارِیَتَهَا نُخَیْلَةَ فَاَقْسَمَتْ عَلَیَّ لَاَصْبِغَنَّ وَاَخْبَرَتْنِیْ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ الصِّدِّیْقَ کَانَ یَصْبُغُ۔ ترجمہ امام مالک نے فرمایا بالوں میں سیاہ رنگ کرنے کے بارے میں میں نے کوئی معلوماتی چیز یا مشہور بات نہ سنی۔ لیکن میرے نزدیک سیاہ رنگ کے علاوہ زیادہ محبوب ہیں یعنی سرخ یا پیلا۔ امام مالک نے فرمایا اس اوپر والی حدیث میں یہ چیز ثابت اور ظاہر ہو رہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی رنگ کا خضاب اپنے بالوں کو نہ لگایا اگر لگایا ہوتا تو اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسی بات کا حوالہ بھیجتیں عبدالرحمٰن اسود کے پاس۔ وہ اوپر والی حدیث شریف یہ ہے کہ امام مالک نے یحییٰ بن سعید سے روایت کی کہ عبدالرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث صحابہ کرام کے ایک گروہ میں اکثر بیٹھا کرتے تھے اور آپ کی داڑھی اور سر کے بال سب سفید تھے۔ ایک دن وہ صبح صبح ان ہی صحابہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اُن کے سارے بال سرخ تھے اُن سب صحابہ نے دیکھ کر اُن سے فرمایا اب یہ اچھا لگتا ہے یہ کام اچھا کیا تو عبدالرحمٰن بن اسود نے اُن کو بتایا کہ اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے کل گزشتہ رات اُن کے پاس لونڈی نخیلہ کو بھیجا اُس نے مجھ کو قسم دلائی کہ میں ضرور ضرور اپنے بالوں کو (سرخ) رنگ لوں۔ اور یہ خبر بھی دی کہ صدیق اکبر بھی ایسا ہی رنگ لگایا کرتے تھے۔ (الخ) اس تمام

حدیث اور امام مالک کے فرمان سے چار باتیں ثابت ہو رہی ہیں ۱۔ امام مالک اپنی معلومات کے متعلق فرما رہے ہیں کہ میں نے کالا خضاب کے بارے میں ابھی تک کسی کا کوئی قول نہ سنا۔ (نہ جواز کا نہ حرمت و کراہت کا) ۲۔ یہ کہ صدیق اکبر سرخ خضاب لگایا کرتے تھے اس لیے تو عبدالرحمٰن نے اُمُّ المومنین کے قسم دلانے اور صدیقِ اکبر کا حوالہ دینے پر سرخ خضاب لگایا ۳۔ سرخ رنگ دیکھ کر ان تمام صحابہ نے تعریف کی اور سرخ رنگ کو حَسَن فرمایا ۴۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بھی خضاب کبھی نہ لگایا۔ مصنف مرحوم نے مؤطا کی عبارت میں شیئاً معلوم کے بجائے نَهْياً مَعْلُومْ۔ لکھا یہ خیانتی تبدیلی ہم کس کے ذمہ لگائیں۔ بدرالدین عینی صاحب کے یا ان مصنف صاحب کے۔ اگر حیات ہوتے تو ضرور اس خیانت پر توجہ کروائی جاتی نیز مصنف مذکور صاحب نے مؤطا کی اس اوپر والی صاف اور واضح حدیث پاک کو چھوڑ دیا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے یا تو انہوں نے یہ غلط حرکت جان بوجھ کر کتاب کو دیکھتے بھالتے کی ہے اپنے خلاف اس حدیث پاک سے منہ لپیٹ کر نکل گئے اور یا پھر یہ ساری کتاب رسالوں اخباروں سے دیکھ کر نقل کی ہے خود کسی بڑی کتاب کو دیکھنے کی زحمت نہ کی ورنہ یہ باطل عقیدہ و عمل نہ بناتے۔ اس ساری عبادت سے بھی امام مالک کا مسلک ظاہر ہو گیا کہ امام مالک کے نزدیک پیلا و سرخ خضاب محبوب ہے اور کالا مردود ہے۔ مصنف کی اس عبارت میں۔ دوسری لغزش۔ مصنف اس عبارت سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مؤطا سے معلوم ہوا کہ نہی اور ممانعتِ اسود خضاب کی کوئی حدیث قطعی موجود نہیں ہے۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں توڑ پھوڑ اور ردّ و بدل کر کے انسان جو چاہے کہتا چلا جائے مگر حقیقت میں مؤطا سے ہرگز یہ ثابت نہیں کہ احادیث کی کتب میں کوئی حدیث ممانعت ہے ہی نہیں بھلا یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ دیگر تمام محدثین حرمتِ خضاب اسود پر کثیر احادیث بیان فرماتے ہیں اور شارحین اس کا تذکرہ کر رہے ہیں اور جمہور علما نے بھی حرمت خضاب اسود کا مسلک اُن احادیث مبارکہ کی وجہ سے بنایا ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ کے حاشیہ ص ۲۶۶ اور ۲۶۵ پر ہے۔ وَ اَكْثَرُ الْاَحَادِيْثِ تَدُلُّ عَلٰى تَحْرِيْمِ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ وَمَذْهَبُ الْجُمْهُوْرِ الْمَنْعُ۔ ترجمہ اور بہت ساری حدیثیں صاف صاف

بتاتی ہیں کہ کالا خضاب حرام ہے۔ ۲ـ اور جمہور یعنی تقریباً تمام ہی فقہا کا مسلک یہ ہے کہ کالا خضاب ممنوع ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ مصنف مرحوم کو یہ عبارتیں نظر نہ آئیں یا جان کر آنکھیں بند کر لیں۔ تیسری لغزش یہ کہ مصنف نے اپنی پیش کردہ عبارت میں لفظی خیانت کے علاوہ ترجمہ بھی غلط کیا ہے۔ معلوماً کا ترجمہ قطعی روایت کرتے ہیں۔ اور اگلی پچھلی عبارت جو اُن کے مخالف ہے اس کو چھوڑ جاتے ہیں۔ نیز امام مالک رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ مجھ کو یہ روایت نہ ملی یا میں نے نہ سنی۔ حدیث پاک نہ ہونے کی دلیل نہیں امام مالک صرف اپنی معلومات کی کمی کا انکار کر رہے ہیں اور اُس زمانے میں یہ بات کہنا معذوری تھی مگر آج کوئی ایسا کہیگا تو اس کی جہالت اور کم علمی و نادانی یا آرام طلبی ہو گی (تیرھویں غلطی) مصنف مرحوم اپنی اس کتاب کے صفحہ ۱۷ پر امام نووی رح شافعی رض کا نام لے کر ایک عبارت لکھتے ہیں اور تاثر یہ دینا چاہتے ہیں کہ گویا امام نووی کا یہ مسلک ہے۔ چنانچہ ۱۷ پر لکھا ہے۔ (۱۹) امام نووی شافعی علیہ الرحمۃ شارح صحیح مسلم شریف فرماتے ہیں۔ وَخَضَبَ جَمَاعَۃٌ بِالسَّوَادِ (الخ) اور اس (الخ) عبارت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔ اور ایک جماعت نے سیاہ خضاب کیا ہے روایت کیا گیا ہے اُس کو حضرت عثمان اور حسن اور حسین بن علی و عُقبہ بن عامر و ابن سیرین اور دوسرے بزرگوں سے امام قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ (الخ) **جواب**۔ اس عبارت کو خطیب مجدد نے اس طرح سے توڑا پھوڑا ہے اور کتر کر کے لکھا ہے کہ میں حیران رہ گیا۔ سوچتا ہوں کہ کیا اس کو بھی دیانت داری کہا جا سکتا ہے کیا قیامت میں ایسی تخریبات کی سزا نہ ملے گی عوام کو تو دھوکہ دیا جا سکتا ہے مگر اپنے نامۂ اعمال کا کیا بنے گا۔ باطل نظریے اور عورتوں کی دلچسپی کے لیے اپنا ایمان تو نہ بیچو ابھی پہلی سطروں میں اپنے دلائل کے تحت اپنی نویں دلیل میں ہم نے امام نووی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک مذہب درج کر دیا۔ امام نووی اسی صفحہ ۱۹۹ پر اپنا صاف صاف اور بالوضاحت عقیدہ لکھ رہے ہیں کہ۔ وَيَحْرُمُ خِضَابُہٗ خِضَابُہٗ بِالسَّوَادِ عَلَی الْاَصَحِّ (الخ) وَھٰذَا مَذْھَبُنَا (الخ) پوری دلیل ۹ میں دیکھئے۔ مصنف نے عبارتوں کو آگے سے کاٹا پیچھے سے نوچا درمیان سے کھسوٹا۔ اور ٹوٹی پھوٹی عبارت لکھ کر اپنی دیانتداری کا اچھا نقشہ چھوڑا آنے والی نسلیں کیا یاد کریں گی

کہ بریلوی کہلانے والے اہل قلم ایسے ہوتے ہیں۔ (یا اسفا) مصنف صاحب نے جو عبارت وَخَضَبَ جَمَاعَۃٌ" سے شروع کی ہے۔ وہ امام نوویؒ نے اس طرح مکمل واضح شروع فرمائی ہے وَالْمُخْتَارُ التَّحْرِیْمُ لِقَوْلِہٖ صلی اللہ علیہ وسلم وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ وَھٰذَا مَذْھَبُنَا۔ وَقَالَ الْقَاضِیْ اِخْتَلَفَ السَّلَفُ۔ (الخ) ترجمہ: امام نووی نے فرمایا کہ کالے خضاب کے بارے میں پسندیدہ اور صحیح مذہب یہ ہی ہے کہ وہ حرام ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے مسلمانو بچو اس سے (اور یہی سختی والا حکم حرام ہونے کی دلیل ہے) اور یہی ہمارا مذہب ہے اور صرف قاضی نے کہا ہے کہ سلف نے اختلاف کیا ہے۔ امام نووی اس عبارت کی پُر زور طریقے سے تردید کر رہے ہیں اور اس قاضی کو جھوٹا قرار دے رہے ہیں اسی لیے یہ پوری عبارت لکھ کر آخر میں امام نووی پھر فرماتے ہیں ھٰذَا مَا نَقَلَہُ الْقَاضِیْ۔ وَالْاَصَحُّ وَالْاَوْفَقُ لِلسُّنَّۃِ مَا قَدِمْنَا عَنْ مَذْھَبِنَا۔ ترجمہ۔ یہ (تمام خرافات اور غلط بیانی) وہ ہے جو قاضی نے کہیں سے نقل کر دی ہے۔ اور صحیح وسچا مذہب اور سنت نبوی کے مطابق وہی مذہب ہے جو ہم نے ابھی پہلے اپنے مذہب سے ظاہر کیا۔

دیکھ لیا کہ امام نووی علیہ الرحمۃ کتنے واضح اور ٹھوس انداز سے اس مجہول قاضی کی مکذوبہ عبارت کی تردید فرماتے ہیں امام نووی نے نہیں بتایا کہ یہ قاضی کون ہے۔ مگر مصنف مرحوم اپنی اختراع سے اس کو قاضی عیاض کہہ رہے ہیں۔ امام نووی اس قاضی کی تکذیب وتردید کر رہے ہیں۔ تاریخ اسلامی میں تین قاضی مشہور ہیں ۱۔ قاضی شریح ۲۔ قاضی عیاض ۳۔ قاضی ابوبکر بن الطیب باقلانی۔ یہاں نہ جانے کونسا قاضی مراد ہے۔ مصنف اپنی خود ساختہ مرضی سے اس کو عیاض کہہ رہے ہیں یہ بھی علما کے نزدیک سخت غلط بیانی میں شمار ہے نیز قاضی اپنی اس عبارت میں لکھتا ہے۔ بالوں کے بدلنے نہ بدلنے میں احادیث مروی ہیں۔ (الخ) یہ بھی قاضی کا ایک جھوٹ ہے۔ کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جو سیاہ خضاب سے بدلنے کو جائز کہتی ہو۔ جواز کی سرے سے کوئی حدیث شریف ہے ہی نہیں اگر کوئی ذرا سی بھی حدیث ہوتی تو قاضی ضرور نقل کرتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بیان کرتا ہاں البتہ مصنف مرحوم کو اپنا پورا زور لگا کر ابن ماجہ کی ایک بناوٹی روایت ملی جس کا حشر آپ نے ابھی پہلی

سطور میں دیکھ لیا۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔ اب اندازہ لگاؤ کہ جب شرح مسلم میں مصنف مرحوم نے ایسی غلطیاں یا غلط بیانیاں خوب زور شور سے کر ڈالیں تو باقی کتب کو کب بخشا ہوگا۔ اُن کے ساتھ بھی ایسی ہی توڑ پھوڑ کی ہوگی۔ کیونکہ۔ مشتے نمونہ از خروارے۔ دیگ کے تین چاول دیکھ کر، ساری دیگ کا پتہ لگ جاتا ہے۔ تو اس کتاب کا بھی اسی ایک انداز سے پتہ لگ گیا۔ اِس کتاب میں طبقات ابن سعد کے بہت حوالے دئے گئے ہیں اور یہی ثابت کرنے کی ناجائز کوشش کی گئی ہے کہ طبقات والے امام ابن سعد کا مسلک بھی سیاہی کے جواز کا ہے۔ حالانکہ ہم نے پہلے دلیل ۷ میں ابن سعد کا مسلک طبقات ہی کی عبارت سے ثابت کر دیا کہ وہ بھی کالے خضاب کو حرام سمجھتے ہیں۔ نیز ہم آخر میں اِنْ شَاءَ اللّٰہ تعالیٰ۔ ان تمام مصنفین کا مسلک و مذہب لکھیں گے جن کی کتب کے حوالے ان مصنف صاحب نے اپنی کتاب میں دے کر دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ کالے خضاب کی طرح یہ کتاب بھی سراسر دھوکہ ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ کالا خضاب نئی نئی عورتوں کو دھوکہ دینے کے لیے ہوتا ہے اور یہ کتاب عوام کو۔ چودھویں غلطی۔ اکتابچی کے صـ۱۵ سے صـ۲۲ تک مصنف صاحب بارہ عبارتیں لکھتے ہیں ۱۔ امام عینی شارح بخاری کی کتاب عمدۃ القاری شرح بخاری سے ایک دراز عبارت نقل کرتے ہیں جس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔ ابن ابی عاصم نے کئی سندوں سے ذکر کیا ہے کہ بے شک امام حسن رضؓ و حسین رضؓ دونوں سیاہ خضاب کرتے تھے۔ اس طرح ابن شہاب کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک وہ خضاب پسندیدہ ہے جو اعلیٰ درجہ کا سیاہ ہو (تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نافرمانی پوری پوری ہو کسی طرح گستاخی و مقابلہ بازی میں کمی نہ رہ جائے)، ایسا ہی شرجیل بن سمط نے فرمایا ہے اور عتبہ بن سعید فرماتے ہیں کہ تمہارے بال بمنزلہ تمہارے کپڑوں کے ہیں تو رنگو جس رنگ سے چاہو (اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جی بھر کر مخالفت کرو) اور ہمیں تو اعلیٰ درجہ کا سیاہ خضاب پسند ہے اور اسماعیل بن ابو عبداللہ بھی سیاہ خضاب کرتے تھے۔ اِس کتابچے کے صفحہ ۱۹ فتح الباری شرح بخاری کی عبارت لکھتے ہیں۔ اِس کا ترجمہ اِس طرح کرتے ہیں۔ اور بے شک سیاہ خضاب

کی رخصت دی ہے۔ سلف کی ایک جماعت نے ان میں (مصنف نے ترجمہ غلط کیا۔ عربی کا لفظ ہے فَهُمْ۔ اس کا ترجمہ ان میں نہیں ہو سکتا۔) سعد بن ابی وقاص اور عقبہ بن ابی وقاص اور عقبہ بن عامر۔ اور حسنؓ وحسینؓ و جریرؓ ابن ابی عاصم نے اپنی خضاب کی کتاب میں اسی کو اختیار کیا۔ اسی صفحہ ۱۹ پر طبقات ابن سعد جلد پنجم ص۱۱۴ کی عبارت نقل کرتے ہیں اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔ عبدالرحمن بن موہب فرماتے ہیں۔ میں نے نافع بن جبیر کو مہندی اور وسمے کا خضاب کرتے دیکھا (یہاں عربی عبارت خود مصنف نے ہی اس طرح لکھی ہے۔ رَأَيْتُ نَافِعَ ابْنَ جُبَيْرٍ يَخْضِبُ بِالسَّوَادِ۔ اس کا ترجمہ کیا مہندی اور وسمہ۔ یہ کتنا اپنے ہی خلاف غلط اور دھوکہ دہی والا ترجمہ ہے ۴ اسی صفحہ ۱۹ پر تیسری عبارت طبقات بن سعد پنجم ص۱۸۰ کی جس کا ترجمہ ہے محمد بن عمرو فرماتے ہیں۔ حضرت عروہ خضاب کرتے تھے جو قریب قریب سیاہ ہوتا تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس میں وسمہ ڈالتے تھے یا نہیں۔ صفحہ ۲۰ پر طبقات کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں جس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔ عبداللہ ابن موھب نے فرمایا۔ کہ میں نے موسیٰ بن طلحہ کو دیکھا وَقَدْ خَضَبَ بالسواد۔ انہوں نے سیاہ خضاب کیا ہوا ہے۔ ۶ اسی کتابچی کے صفحہ ۲۰ پر طبقات ابن سعد پنجم ص۱۲۳ سے یہ عبارت نقل کی جس کا ترجمہ اس طرح ہے۔ سعید مقبری کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے فرزندوں کو سیاہ خضاب کرتے دیکھا ان میں سے ایک عمرو بن عثمان بن عفان ہیں۔ ساتویں عبادت صفحہ ۲۱ پر طبقات ابن سعد کی ہی عبارت نقل کرتے ہیں جلد پنجم ص۲۲۳۔ ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔ عبدالاعلیٰ نے فرمایا کہ میں نے محمد بن علی کرم اللہ وجہہ سے وسمہ اور سیاہ خضاب کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا هُوَ خِضَابُنَا اَهْلِ الْبَيْتِ وہ ہم اہل بیت کا خضاب ہے۔ آٹھویں عبارت۔ مصنف اپنی اسی کتابچی کے ص۲۱ پر طبقات ابن سعد پنجم ص۳۱۴ کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ اس کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے عطاف بن خالد ابو صخر فرماتے ہیں میں نے علی بن عبداللہ بن عباس کو سیاہ خضاب کرتے دیکھا نویں عبادت۔ کتابچی کے ص۲۲ پر طبقات ابن سعد جلد ہفتم ص۱۸۵ سے ایک عبارت نقل کرتے ہیں جس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہوئے عقبہ بن ابی صہبا۔ ابو قلابہ کے

متعلق فرماتے ہیں۔ اَنَّہٗ کَانَ یَخْضِبُ بِالسَّوَادِ بے شک وہ سیاہ خضاب کیا کرتے تھے۔ دسویں عبارت۔ صفحہ ۲۲ پر ہی ہے۔ از طبقات ابن سعد ہفتم ص۲۱۱ زیاد بن ابی مسلم ابو عمر فرماتے ہیں کہ میں نے بکر بن عبد اللہ کو دیکھا وہ سیاہ خضاب کیا کرتے تھے گیارھویں عبارت ص۲۲ پر ہی از طبقات ابن سعد ہفتم ص۹۸ ابو عشانہ فرماتے ہیں ہیں میں نے عقبہ بن عامر کو دیکھا وہ سیاہ خضاب کرتے تھے۔ بارھویں عبارت۔ کتابچی ص۳۰ ۔سعد بن ابراہیم اپنے باپ سے راوی انہوں نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن کو دیکھا وہ سیاہ خضاب کرتے تھے (طبقات ابن سعد پنجم ص۱۵۶) جواب) محترم مصنف صاحب مرحوم نے اپنی اس کتاب صفحہ ۱۸ سے ص۲۲ تک تین کتابوں فتح الباری عینی اور طبقات ابن سعد سے یہ بارہ عبارتیں نقل کی ہیں اور ان کا آخری ایڑی چوٹی کا زور ہے جس پر ان کو فخر ہونے کا حق ہے مگر یہاں بھی عبارات میں وہی توڑ پھوڑ اور کتر و بیونت ہے جیسا کہ امام نووی کی شرح مسلم میں انہوں نے کیا۔ اس قسم کے اُڑتے پھرتے آوارہ اقوال تو اسلام کے ہر مسلّم و متفق علیہ مسئلے کے خلاف مل جائیں گے یہی تو پرانے دشمنانِ اسلام کی دینِ اسلام کے خلاف زبردست سوچی سمجھی تخریب کاری ہے کہ اسلام کا ہر مسئلہ الجھا کر رکھ دو مسلمانوں کو کسی بھی دینی مسئلے میں اطمینان و سکون کا سانس نہ لینے دو۔ لیکن مخلصین مومنین خادمینِ اسلام علما فقہاء نے اِس لغو یاری تخریب کاری و اقوالِ آواری کا سدّ باب بھی شروع ہی سے فرماتے ہوئے ایک مکمل و مضبوط ضابطہ بنا دیا کہ خبردار ائمہ اربعہ کے اقوالِ طیبات کے سوا کسی بھی اِدھر اُدھر کے قول کو نہ ماننا۔ بس وہی مسئلہ اختلافی ہوگا جس میں ائمہ اربعہ کی آرا مختلف ہوں۔ اور جس مسئلے میں ائمہ اربعہ کی رائے متفق ہو وہ مسئلہ قیامت تک متفق علیہ رہے گا۔ اگرچہ ہزارہا اقوالِ آوارہ اُس کے خلاف سر نکالتے رہیں گے بھٹکتے پھریں گے مصنف صاحب نے تو بڑے جوش و جذبے سے یہ بیمار اقوال چن چن کر جمع کر لیے مگر ہم مصنف مرحوم سے پوچھتے ہیں کہ جن کتابوں سے آپ نے یہ قول نقل کئے ہیں اُن کتابوں کے مصنفین۔ امام ابن حجر عسقلانی مصنف فتح الباری اور امام بدر الدین عینی و امام ابن سعد مؤلفِ طبقات کا اپنا مسلک کالے خضاب کے بارے میں کیا ہے؟ ذرا ہمت کر کے اوپر کی سطور میں وہ بھی دیکھ لیتے۔ اور اپنی اس

کتاب میں جرأت کر کے وہ بھی لکھ دیتے تو زمانہ آپ کو انصاف پسند کہتا۔ یہ سراسر بے انصافی و کج خلقی ہے کہ نام ان کا استعمال کر کے اقوال وہ لکھتے ہو جن کی یہ سب مصنفین تردید کر رہے ہیں اور ان آوارہ اور باطل و مردود اقوال کو تعریض و تمریض کے طریقے پر لکھ کر مسلمانوں کو ان عقیدوں سے بچا رہے ہیں۔ کیسی کم فہمی ہے کہ جن باطل اقوال سے یہ شارحین بچا رہے ہیں ان ہی بیماروں کی گود میں مصنف مرحوم پناہ لے رہے ہیں۔ خیال رہے کہ امام ابن حجر عسقلانی۔ امام بدر الدین عینی اور ابن سعد علیہم الرحمۃ کا اپنا مسلک واضح الفاظ میں یہ ہے کہ کالا خضاب حرام ہے۔ اور اس پر انہوں احادیث کی وعیدیں بھی نقل فرمائیں ہیں جیسا کہ ہم آخر میں ثابت کریں گے۔ مگر ان حقائق سے مصنف کی آنکھیں بند ہیں وہی یہ بات کہ امام عالی مقام امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سیاہ خضاب لگایا تو اس کی وجہ فقہاء کرام نے تاریخی ثبوت کے ساتھ یہ بیان فرمائی کہ امامین کریمین نے میدانِ جنگ میں سیاہ خضاب لگایا تھا وہ بھی ایک دفعہ۔ دسویں غلطی۔ کتابچی کے صـ۲۲ پر لکھا ہے کہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اور ان کے فرزند رشید غلام محی الدین شاہ بابوجی۔ میاں غلام اللہ صاحب قبلہ لاثانی شرقپوری۔ علامہ عبد الغفور ہزاروی اور حضرت پیر خواجہ قمر الدین سیالوی اور استاذ العلماء علامہ عطا محمد صاحب بندیالوی وغیرہم جیسے اکابر سیاہ خضاب لگاتے رہے اور لگا رہے ہیں۔ حالانکہ علماء و مشائخ کے افعال دین میں سند ہوتے ہیں (الخ) جواب: اس اردو عبارت میں مصنف مرحوم نے چھ بزرگوں کے نام لکھے ہیں کہ وہ کالا خضاب لگاتے رہے اور اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی کی کتاب بریق المنار صـ۱۸ سے ثابت کیا ہے کہ اہل دین کے افعال سند ہوتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے واقعی اہلِ دین یعنی فقہاءِ عظام اکابر دین کے ذاتی اعمال بھی امت کے لیے سند ہیں لیکن اہل دین کے لیے فقہاءِ کرام نے چھ شرطیں بیان فرمائی ہیں ۱ ہر کام سنت نبوی کے مطابق ہو ۲ اس کا علم و فکر اجتہاد فی التصحیح تک پہنچا ہوا ہو ۳ دیگر اکثر علماءِ ہم عصر اس کو سند مانتے ہوں ۴ اس کا کوئی کام بھی اپنی رائے سے نہ ہو اپنے امام کی تقلید میں ہو (یعنی مجتہد فی الاصول ائمہ اربعہ میں سے اپنے امام کا ہمہ وقتی

پوری احتیاط سے عملی مقلد ہو ۵۔ خود بھی صاحب الرائے اور اہلِ فتویٰ ہو اپنے ہر
عمل پر دلیل وماخذ کا ماہر ہو ۶۔ تقوے اور خشیت سے معمور ہو (از شرح نبراس)
اہلِ دین کا امتِ مسلمہ کے لیے سند ہونا ان چھ شرطوں سے مشروط ہے۔ جہاں اور
جس شخصیت میں یہ شرطیں پائی جائیں گی وہ واقعی امت کے لیے سند کی حیثیت
رکھتا ہے اگر ایک بھی کم ہوگی تو معیار ختم ہوگا۔ علم اصول کے اس قاعدے سے ماضی
قریب کی صرف چند شخصیات ہی سندِ اسلام ہونے کے مقام پر فائز نظر آتی ہیں۔
خشیت اور تقویٰ طہارت تو بحمد اللہ تعالیٰ ان سب شخصیات کو بدرجہ اتم حاصل
ہے۔ مگر اجتہاد فی الفروع اور صاحب الرائے وماخذ دلائل فی المسائل کا
ملکہ۔ اور اہلِ فتویٰ ہونا۔ اس مقام پر صرف چند بزرگ ہی نظر آتے ہیں۔ مثلاً اعلیٰحضرت
مجدد بریلوی ۲۔ صدر الافاضل مرادآبادی ۳۔ پیر سید مہر علی شاہ حضرتِ اعلیٰ محدث
گولڑوی ۴۔ امیر ملت پیر جماعت علی شاہ علی پوری فنا فی الرسول وعاشقِ سنت
مصطفیٰ ۵۔ حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یہی وہ آئینۂ
جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو دیکھ کر دورِ صحابہ کی یاد تازہ ہوتی تھی یہی مقدس ہستیاں
کفش بردارِ صحابہ تھیں۔ شیخ الحدیث لائلپوری یہ ہستیاں واقعی سندِ اسلام حجۃ اللہ
البالغہ ہیں۔ لیکن میری تحقیق کے مطابق ان میں سے کسی نے کبھی بھی کالا خضاب نہیں
لگایا نہ ہی جواز کا فتویٰ دیا۔ میں نے کالے خضاب سے متعلق اپنے دور کے تین
بزرگوں سے گفتگو کی تھی ۱۔ حضرت قبلہ پیر ابوالحقائق شیخ القرآن علامہ عبد الغفور
ہزاروی ۲۔ حضرت محترم صاحبزادہ بابو جی گولڑوی مرحوم ۳۔ حضرت علامہ
مولانا عطا محمد صاحب بندیالوی مدظلہ العالی ۱۔ اور خواجہ قمر الدین سیالوی
علیہ الرحمۃ کو بہت ہی قریب سے چند بار دیکھنے اور زیارت کا شرف حاصل ہوا
حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے کبھی بھی سیاہ خضاب نہیں لگایا بلکہ ان کا
خضاب تیز سرخ ہوتا تھا جس میں سیاہی کی جھلک ہوتی تھی اور صاف نظر
آتا تھا کہ تیز خضاب لگا ہے اصل سیاہی کا رنگ نہیں نہ کسی کو بالوں کے اصلی
رنگ کا دھوکہ ہوسکتا تھا۔ غالباً ۱۹۶۰ء کا واقعہ ہے کہ آپ گجرات میں سید
عبد الغنی شاہ صاحب کے گھر تشریف لائے میں نے بھی حاضری دی۔ یہ ان کی کرامت

تھی یا فراست ملی کے میرے بار بار دیکھنے سے از خود لوگوں سے فرمانے لگے۔ میں مہندی اور وسمے کا خضاب لگاتا ہوں۔ وہ بھی کبھی کبھی۔ خالص سیاہ تو حرام ہے۔ لوگ مشہور کرتے پھرتے ہیں کہ محدث گولڑوی حضرت اعلیٰ کالا خضاب جائز بھی سمجھتے تھے اور لگایا بھی کرتے تھے اور یہاں تک اڑائی گئی ہے کہ ایک دفعہ اعلیٰحضرت بریلوی اور پیر مہر علی شاہ کا مسئلہ خضاب پر مناظرہ ہونے لگا تھا۔ مگر پھر محدث گولڑوی نے انکار فرما دیا اور مناظرہ ملتوی ہو گیا میں کہتا ہوں یہ سب باتیں غلط جھوٹی اور افواہیں ہیں۔ حضرتِ اعلیٰ گولڑوی علیہ الرحمۃ کی طرف یہ اتہام و نسبت دلدادگانِ خضاب کے چھوڑے ہوئے شوشے ہیں ان کی حقیقت کچھ نہیں۔ اسی سلسلے میں نے پہلے وزیر آباد جا کر علامہ ہزاروی علیہ الرحمتہ سے شرفِ زیارت حاصل کیا اور اُن سے پوچھا کہ محدث گولڑوی کی کوئی تحریری عبارت دکھاؤ جس میں آپ نے جوازِ سیاہ کا فتویٰ دیا ہو یا اپنے عمل کا ذکر کیا ہو۔ علامہ ہزاروی نے فرمایا کہ عجالہ بر دو سالہ کا مطالعہ کرو۔ میں نے عرض کیا کئی مرتبہ پڑھ چکا ہوں مگر نہ وہ حضرتِ اعلیٰ کی تحریر ہے نہ اس پر حضرت کی تائیدی تحریر ہے۔ اس پر حضرت قبلہ ہزاروی صاحب فرمانے لگے کہ گولڑے شریف جاؤ اور پیر صاحب سجادہ نشین بابوجی صاحب سے ملو۔ وہ تحریری ثبوت یقیناً دیں گے۔ میں چند دن بعد گولڑے شریف حاضر ہوا سب سے پہلے مزار اقدس پر حاضری دی پھر مسجد میں نماز عصر پڑھنے کے لیے گیا دیکھا کہ ایک امام صاحب مصلے پر تشریف فرما ہیں کالا خضاب لگا ہوا ہے اور اوپر سے سفید چمکتے ہوئے بالوں نے چغلی کھائی کہ یہ خضاب ہے اصل قدرتی رنگ نہیں اس لیے جب جماعت کھڑی ہوئی تو میں نے اور میرے ساتھی نے علیحدہ نماز پڑھی جب جماعت ختم ہوئی تو امام صاحب اور اُن کے مقتدیوں نے ہم کو علیحدہ نماز پڑھتے دیکھا۔ ہم دونوں اٹھ کر حضرت بابوجی کی تلاش میں مسجد سے باہر نکلے تھوڑی ہی دور پر آپ اپنی گاڑی کے قریب کھڑے راولپنڈی جانے کی تیاری میں تھے مجھ کو دیکھ کر میری طرف تشریف لائے اور مجھ کو اپنے گیرج میں لے گئے اور مجھ سے خیریت پوچھنے لگے اتنی دیر میں مسجد کے امام صاحب محترم صاحب اور چند نمازی اُن کے ہمراہ وہیں تشریف لائے۔ بابوجی قبلہ کی دست بوسی کر کے فرمانے لگے کہ حضرت

صاحب اِن بزرگوں نے ہمارے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔ گیراج میں دو چارپائیاں بچھی تھیں ایک پر باو جی قبلہ تشریف فرما ہوئے دوسرے پر مجھ کو بیٹھنے کا اشارہ فرمایا درمیان میں نیچے خوب صورت صاف ستھری پاکیزہ دری بچھی تھی اُس پر پیچھے امام صاحب اور اُن کے چند ساتھی بیٹھ گئے۔ امام صاحب کے سوال پر باو جی قبلہ مسکرائے اور میری طرف دیکھتے ہوئے فرمانے لگے کہ اس کا جواب تو یہ ہی دے سکتے ہیں میں نے عرض کیا کہ نماز سے پہلے مجھ کو شک گزرا تھا کہ شاید امام صاحب محترم نے کالا خضاب لگایا ہوا ہے اگر یہ صحیح ہے تو چونکہ میری تحقیق کے مطابق کالا خضاب لگانا حرام ہے اور جس نے یہ ناجائز خضاب لگایا ہو میں اُس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا بلکہ کوئی بھی شرعی گناہ جب کسی امام کے ساتھ نماز میں نظر آتا ہو تو اُس کے پیچھے نماز منع ہے اگر پڑھی گئی تو لوٹانی واجب ہے۔ اس پر امام صاحب نے فرمایا کہ کالا خضاب تو حضرتِ اعلیٰ قبلہ بڑے پیر صاحب علیہ الرحمۃ لگایا کرتے تھے اور جائز فرمایا کرتے تھے۔ اس لیے ہم بھی اس کو جائز مانتے ہیں میں نے عرض کیا کہ دنیائے اسلام میں پیر صاحب قبلہ کی ذات بابرکات سند کی حیثیت ہے۔ اگر حضرت علیہ الرحمۃ کا کوئی تحریری فتویٰ یا ذاتی عمل شریف کا ثبوت مجھ کو مل جائے تو میں بھی تسلیم کرلوں گا بشرطیکہ ذاتی عمل شریف میں حضرت کی اپنی تحریر ہو۔ اس پر امام صاحب نے بھی رسالہ مجالہ بردو سالہ کا ہی حوالہ دیا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ رسالہ نہ حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ کی تحریر ہے نہ تصنیف نہ تالیف نہ اس پر آپ کی تحریری تائید لہٰذا یہ کوئی ثبوت نہیں امام صاحب اس پر خاموش ہو گئے اور کافی دیر خاموش رہے۔ اس دوران میں بھی اور باو جی قبلہ بھی امام صاحب کی طرف دیکھتے اور جواب کا انتظار کرتے رہے جب وہ خاموش ہی رہے تب قبلہ باو جی نے اُٹھتے ہوئے اپنے مخصوص پنجابی لہجے میں فرمایا۔ آپ کے اس سوال کا جواب مجھ پر اُدھار ہے۔ میں نے عرض کیا یہ جواب بہت ضروری ہے میں کب حاضر ہوں ارشاد فرمایا اُس کے لیے آنے کی ضرورت نہیں وہیں گجرات آپ کو مل جائے گا۔ اس کے بعد قبلہ محترم اپنی گاڑی میں روانہ ہو گئے اور ہم اپنی گاڑی میں واپس آ گئے۔ اسی دوران حضرت نے چائے سے ہماری دعوت بھی فرمائی۔ اتنی بڑی شخصیت اور مجھ جیسے کی یہ عزت و قدر افزائی

میرے لیے سدا بہار پھول ہے۔ مگر وہ اُدھار آج تک ادا نہ ہوا تھا۔ ہی مجھ کو پھر اَب گولڑہ شریف جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس کے علاوہ میں نے اور بھی بہت سے حضرات قبلہ محدّث گولڑوی علیہ الرحمۃ کے متوسّلین سے اس بارے استفسار اور تحریر طلب کی مگر مجھ کو آج تک کوئی تحریر نہ مل سکی۔ نہ کسی نے دکھائی جس سے میں اندازہ لگا لیتا ہے کہ یہ نسبت غلط ہے۔ اور پھر ہو کیسے سکتا ہے کہ اتنا عظیم انسان درویشِ رسالت عاشقِ کفشِ نبوّت وہ خضاب لگائے جس کو صریحی احادیث میں وعید شدید سے منع فرمایا گیا ہے۔ اب آپ اندازہ لگایئے کہ پیر صاحب کو کس کس غلط طریقوں سے ملوّث کیا جا رہا ہے۔ اگر یہ گولڑوی سرکار کی طرف کالے خضاب کی نسبت (معاذ اللہ) درست ہوتی تو اُس دور کے فقہاءِ اسلام سے ضرور مباحثہ تحریری و تقریری کہیں نہ کہیں مذکور ہوتا۔ نیز گولڑوی سرکار آخر کس عورت کو اپنی طرف راغب کرنے کے لیے لگاتے۔ یا کالا خضاب لگاتے وقت کس کو جوانی کا دھوکہ دینے کا ارادہ فرماتے۔ بات بنانے سے پہلے کم از کم یہ ہی سوچا ہوتا۔ اسی زمرے میں مصنف صاحب مرحوم نے بلا سوچے سمجھے اڑتی خبر کو اپنی دلیلوں میں شامل کر لیا ہو سکتا ہے کہ حضرت قبلہ لاثانی شرقپوری علیہ الرحمۃ کے متعلق بھی بناوٹی اور بے پر کی کسی نے چھوڑی ہو اور ان کے متعلق تو یہ خضاب سیاہ لگانے والی بات میں نے اس سے پہلے سنی ہی نہیں یہ صرف مصنف صاحب کی اس تحریر سے پتہ لگا۔ اور سابقہ حوالوں کو دیکھتے ہوئے مصنف صاحب کو یہ خبر بھی غلط ہی معلوم ہوتی ہے۔ علامہ عبد الغفور ہزاروی صاحب قبلہ محترم سے میں نے خود پوچھا کہ آپ یہ کالا خضاب کیوں لگاتے ہیں تو آپ نے اپنے مخصوص پنجابی لہجہ میں فرمایا کہ میں تو صرف اپنے پیر کی نقل کرتا ہوں۔ رہا مسئلہ حضرت محترم علامہ مولانا عطا محمد صاحب بندیالوی مدظلہ کا تو واقعی آج تک کالا خضاب لگا رہے ہیں۔ مگر ان کا لگانا تو ہمارے مصنف مرحوم کے نزدیک بھی حرام ہے اس لیے کہ علامہ بندیالوی حضرت ابوقحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر تک پہنچے ہوئے ہیں یا پہنچنے والے ہیں۔ اور مصنف صاحب اپنی اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۵ پر اپنے ہی حوالہ م۱۸ ۸۱ کشیب اِبِی قُحَافَہ پر شرح نووی کے قاضی کی خود ساختہ تطبیق کا سہارا لے

ے کر لکھتے ہیں کہ جن کے سر کے بال بالکل سفید ہو گئے ہوں حضرت ابو قحافہ کی عمر کے برابر۔ علماء اصول کے ان ضوابط سے معلوم ہو گیا کہ کون سند ہو سکتے ہیں کون نہیں ہو سکتے جنہوں نے اپنے کسی فعل پر فرمان شریعت کو مقدم نہ رکھا۔ خیال رہے کہ سند استدلال کا یقینی خزانہ ہوتی ہے۔ یعنی اس شخص کی ذات سند ہوتی ہے جس نے کبھی کوئی عمل بغیر دلیل نہ کیا ہو۔ اور وہ شخصیت اس بات میں اتنی مشہور ہو جائے کہ اس کے عمل کو دیکھتے ہی ہر شخص جان لے کہ اس عمل کی یقیناً دلیل ہو گی جب تک کسی بزرگ کی یہ خداداد احتیاط نہ ہو وہ سند نہیں ہو سکتا اس لیے ہر عالم امام وخطیب امت کے لیے سند نہیں ہو سکتا۔ یہ تو تھا عملی سند کا تعارف قولی سند اور دلیل میں فرق یہ ہے کہ۔ لغوی معنیٰ میں دلیل وہ ہے جس سے کسی مسئلہ یا کسی شی کی رہنمائی حاصل کی جائے اور اصطلاح شریعت میں دلیل وہ ہے کہ جس کے علم اور جاننے سے کسی دوسری شی کا علم حاصل ہو۔ دلیل۔ دلٌ سے مشتق ہے بمعنی راستہ دکھانا دلالت کرنا پتہ یا نشانی بتانا۔ اور سند کا لغوی معنیٰ ہے ٹیک لگانا بھروسہ کرنا۔ اعتماد کرنا۔ چنانچہ مناظرہ رشیدیہ ص۲۷ پر ہے۔ اَلسَّنَدُ مَایُذْکَرُ لِتَقْوِیَةِ الْمَنْعِ وَالدَّلِیْلِ سَوَاءٌ کَانَ مُفِیْدًا فِی الْوَاقِعِ اَوْلَا۔ یعنی سند اصطلاحاً وہ ہے جو ممانعت اور دلیل کو قوی کرنے کے لیے ذکر کی جائے اصلاً خواہ وہ مفید ہو یا نہ ہو۔ بہرحال مصنف صاحب مرحوم مغفور کی یہ بات بھی صحیح ثابت نہ ہو سکی کہ فلاں فلاں بزرگ کالا خضاب لگاتے تھے اس لیے جواز ثابت ہوا جو بزرگ جو شخصیات واقعی سند اہل سنت ہیں ان کے نزدیک کالا خضاب حرام ہے ان کا لگانا درست نہیں اور دیگر بزرگان دین جو واقعی لگاتے ہیں ان کے پاس جواز کی کوئی دلیل موجود نہیں دسوہویں غلطی) صفحہ ۲۵ سے آگے مصنف مذکور ان احادیث کا جواب دیتے ہیں جن سے خضاب سیاہ کی حرمت ثابت ہے جواب کیا ہیں بس بچگانہ طفل تسلیاں ہیں۔ بلکہ اتنے بڑے اور مشہور علامہ مرحوم سے ایسی کمزور باتیں حیران کن ہیں۔ چنانچہ ص۲۵ پر جواب الزامی کے طریقے یوں فرماتے ہیں کہ جن چھ احادیث میں کالے خضاب کی حرمت مذکور ہے وہ سب مطلق ہیں تو کیا ان ارشادات میں مجاہدین کے لیے استثنا ہے اگر ہے تو کہاں

اور اگر مطلقاً ہیں تو پھر ان ارشادات کی رو سے تو مجاہدین بھی ان کا مصداق قرار پا گئے اور اگر بالفرض کسی وجہ سے غازی مجاہدین کے لیے استثنا ثابت بھی کر دیا جائے (جو کہ ہے) تو کیا آپ جانتے ہیں کہ جہاد اور مجاہدین کی کتنی قسمیں ہیں اگر نہیں تو ملاحظہ فرمایئے۔ اگلے صفحہ ۲۶ اور ۲۷ پر مصنف صاحب نے مجاہدین کی چھ قسمیں بیان کی ہیں اور حوالوں میں فتح الکبیر ص ۲۰۸ ج ۲ اور مشکوٰۃ کتاب الجہاد کا ذکر کیا ہے۔ جواب۔ کیا عجیب لغزش ہے کہ دین میں مجاہدہ کرنے والے حکمی مجاہدین کو حقیقی مجاہدین اور لغت کو اصطلاحات کی صنف میں شامل کیا جا رہا ہے خیال رہے کہ شریعت ہو یا طریقت رسم ہو یا رواج اصطلاح یا عرف عام کبھی بھی لغوی معنیٰ کو اصطلاحی اور اصطلاحی کو لغوی نہیں بنایا جا سکتا۔ اور حقیقی کو مجاز یا مجاز کو حقیقت نہیں کہا جا سکتا۔ اصطلاحات شریعت کی ہوں یا عرف عام کی ہر لفظ کا حقیقی معنیٰ ہی مراد ہوتا ہے نہ کہ مجازی یا لغوی۔ یہ قاعدہ کلیہ مصنف کو بھی معلوم ہے مگر یہاں یہ فرق نہ رکھنا اور حقیقت و مجاز کو مخلوط کرنا مصنف کی عمداً لغزش ہے۔ یہ بھی مصنف صاحب کو معلوم ہے کہ دنیا کی ہر زبان کے ہر لفظ کا لغوی اور مجازی معنیٰ بھی ہوتا ہے اور حقیقی و اصطلاحی معنیٰ بھی مگر استعمال میں صرف حقیقی معنیٰ مراد ہوتا ہے۔ ہاں البتہ اگر حقیقت کسی جگہ متعذر ہو تو مجبوراً مجازی معنیٰ مراد ہوں گے بلا وجہ کھلے عام نہ مجازی معنیٰ مراد ہو سکتے ہیں نہ بیک وقت ایک لفظ سے دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ علم اصول کے یہ قواعد مشہور و مضبوط ہیں۔ اسی کلیہ سے۔ نبی۔ رسول۔ شریعت۔ شہید۔ مجاہد۔ پیغمبر وغیرہ الفاظ کا معنیٰ متعین ہو جاتا ہے۔ ان الفاظ کے لغوی معنیٰ کچھ اور ہیں اصطلاحی معنیٰ کچھ اور ہیں۔ لیکن جب مطلقاً بغیر قید یہ لفظ بولے جائیں تو حقیقی معنیٰ مراد ہوں گے نہ کہ مجازی یا حکمی نیز مجازی معنیٰ تو حقیقت کے مشکل ہونے کے وقت مستعمل ہیں اور حکمی معنیٰ اس وقت مراد ہوتے جب تھوڑی سی تشبیہ یا مشابہت و مماثلت بین الحقیقی والمجازی۔ اُس وقت اس معنیٰ مراد کو حکمی کہا جائے گا۔ لیکن اصلی معنیٰ پھر بھی حقیقی ہی رہیں گے مجازی معنیٰ عارضی ہوں گے۔ مثلاً شیر اصلی تو جنگل کا جانور ہے مگر مجازاً و حکماً صرف بہادری کی مشابہت سے زید وغیرہ انسان کو بھی کہدیا جاتا ہے

یہی حال شہید کا ہے اور یہی حال مجاہد کا ہے اسی مشابہت پر شہید کی بھی دو قسمیں ۱ شہید حقیقی ۲ شہید حکمی اسی طرح مجاہد بھی ۱ مجاہد حقیقی ۲ مجاہد حکمی۔ مجاہد اصلی حقیقی ہی کو کہا جائے گا۔ وہ ہی ہوگا جو ہتھیار بند ہو کر میدانِ جہاد میں کفار سے لڑنے کے لیے چلا جائے۔ مگر مصنف صاحب کی عقل نے یہ فرق نہ رکھا اور لگے بیوقوف بنانے اگر مصنف ہی کی طرح قلمی پچکاریاں چھوڑی جائیں تو دین اسلام کا پھر اللہ ہی حافظ ہے مصنف کی تقسیم سازی کتنی خطرناک ہے۔ آج مصنف نے مجاہد کی چھ قسمیں بنا کر ہر ایک بستر پر بیٹھے آرام طلب مولوی خطیب اور امام کے لیے کالا خضاب جائز کر دیا۔ کل کوئی اور ایسا ہی گمراہ کن قلم اٹھا کر نبی رسول، پیغمبر کا لغوی ترجمہ کر کے ہر ایرے غیرے کو نبی رسول اور پیغمبر کہتا پھرے گا۔ ہم مصنف سے پوچھتے ہیں کہ اگر نیکی کا حکم دینے والا ۲ برائی سے منع کرنے والا ۳ مشکل جگہ صدق و حق سے قائم رہنے والا ۴ فاسق و بدعقیدہ سے نفرت کرنے والا ۵ نفس کی ناجائز خواہشات کو کچلنے والا ۶ فاسق و بدعقیدہ و بے دین کی دلائلِ حقہ سے تردید کرنے والا اور مذہب حق کی تائید کرنے والا بھی حقیقی مجاہد اور میدانِ جنگ میں حاضر ہونے والے شخص کی طرح ہی مجاہد ہیں تو پھر چاہیئے کہ ان تمام مولویوں کے لیے۔ ریشم کا لباس اور کذب بیانی۔ دھوکہ فریب دینا بھی جائز ہو جائے۔ کیونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ مجاہدین کے لیے جائز ہے کہ کفار کو دھوکہ دے سکتا ہے ان سے جھوٹ بول سکتا ہے صرف کالے خضاب تک کیوں رہا جائے۔ چنانچہ مجاہدین کے لیے احادیث مبارکہ اس طرح ہیں ۱ بخاری جلد اوّل ص۴۲۵۔ بابُ الْحَرْبُ خُدْعَةٌ۔ طبع سعید کراچی۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ۔ مَعْمَر۔ هَمَّام عن ابی هریرة۔ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ علیه وسلم وَ سَمَّی الْحَرْبَ خُدْعَةً (۲) عن ابی هریرة قَالَ سَمَّی النَّبِیُّ صَلَّی الله علیه وسلم الحربَ خُدْعَةً (۳) عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی الله علیه وسلم اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ (۴) ابو داؤد اوّل بَابُ الْمَكْرِ فِی الْحَرْبِ ص۳۵۵ پر ہے۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی الله علیه وسلم قَالَ اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ (۵) ابو داؤد۔ عن محمد بن عبید۔ ابو ثور۔ معمر۔ الزهری۔ عبد الرحمٰن بن کعب۔ بن مالک۔ عَنْ اَبِیْهِ۔ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی الله علیه وسلم

كَانَ إِذَا أَرَادَ غَزْوَةً وَرَّى غَيْرَهَا. وَكَانَ يَقُوْلُ الْحَرْبُ خُدْعَةٌ

(۶) بخاری شریف جلد اوّل ص۴۲۵ پر ایک باب ہے۔ اَلْكَذِبُ فِي الْحَرْبِ (۷) بخاری اوّل ص۴۰۹ بَابُ الْحَرِيْرِ فِي الْحَرْبِ. طبع کراچی

عن احمد بن مقدام۔ خالد بن حارث۔ سعید۔ قتادہ۔ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ فِي قَمِيْصٍ مِنْ حَرِيْرٍ مِنْ حِكَّةٍ كَانَتْ بِهِمَا.

(۸) اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ وَالزُّبَيْرَ شَكَوَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم يَعْنِي اَلْقُمَّلَ فَارْخَصَ لَهُمَا فِي الحرير. فَرَاَيْتُ عَلَيْهِمَا فِي غَزَاةٍ.

ترجمہ۔ خلاصہ ان آٹھوں حدیثوں کا یہ ہے کہ مجاہدین کو میدانِ جنگ میں اور جنگ کی تیاری میں کفار سے مکر کرنا۔ ان کو دھوکا دینا۔ ان سے جھوٹ بولنا۔ بوقت ضرورت کپڑے کے ریشم کا لباس پہننا۔ سب کچھ جائز ہے۔ حالانکہ میدانِ جہاد اور تیاری جہاد کے علاوہ یہ سب کام ہر مسلمان پر حرام ہیں۔ چنانچہ حاشیہ ابوداؤد ص۲۵۵ پر ہے لہ وَاِنْ كَانَ مَحْظُوْرًا فِي غَيْرِهَا۔ ترجمہ۔ اگرچہ جنگ کے علاوہ یہ تینوں کام ہر مسلمان پر ہر شخص کے ساتھ مسلم غیر مسلم کے ساتھ جھوٹ فریب مکر ممنوع ہیں۔ اور ہر مرد پر ریشم بھی حرام ہے۔ اب بتائیے عاشقِ خضاب سیاہ مصنف صاحب کہ آپ کا فتویٰ اپنے لیے اور دیگر گلی محلی مجاہدین عاشقانِ سوادِ خضاب مولویوں کے لیے۔ ان چیزوں کے جواز کے بارے میں کیا ہے روٹی توڑ پراٹھا پھوڑ مجاہد بننا ہے تو صرف خضاب جائز کیوں؟ جھوٹ مکر بھی جائز کردو۔ یقیناً اُن مولویوں اماموں کی طرف سے بہت دعائیں ملیں گی۔ خیال رہے کہ ہم نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ احادیث اور فرمانِ نبوت سے مجاہدین کے لیے بھی کالے خضاب کی رخصت و اجازت ثابت نہیں بلکہ کسی بھی حدیث شریف میں ہاں۔ نا۔ کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ یہ اجازت صرف فقہا کے استنباطی مسئلے سے ہے اور کئی شرائط کے ساتھ۔ چنانچہ کتاب جمع الوسائل شرح شمائل مقدسہ جلد اوّل کے ص۱۰۲ پر ہے۔ فَذَهَبَ اَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ اِلٰى كَرَاهَةِ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ وَجَنَحَ النَّوَوِيُّ اِلٰى اَنَّهَا كَرَاهَةُ التَّحْرِيْمِ

مِنَ الْعُلَمَاءِ مَنْ رَخَّصَ فِيْهِ فِي الْجِهَادِ وَلَمْ يُرَخِّصْ فِيْ غَيْرِهٖ وَاسْتَحَبُّوا الْخِضَابَ بِالْحُمْرَةِ اَوِ الصُّفْرَةِ لِحَدِيْثِ جَابِرٍ۔ ترجمہ۔ علماءِ اسلام کی اکثریت یعنی جمہور علما فقہا (تقریبًا سارے ہی علما نے) سیاہ خضاب کو حرام بلکہ اصح تحریمی کا مذہب بتایا ہے۔ یہی امام نووی کا مذہب ہے ہاں چند علما نے صرف مجاہد کو صرف جہاد میں کالے خضاب کی (عارضی) اجازت دی ہے۔ اور جہاد کے علاوہ کوئی اجازت ان کو بھی نہیں ہے اور عام حالات میں تمام مسلمانوں کے لیے انہوں نے بھی سرخ یا پیلے خضاب کو پسند فرمایا ہے حدیث جابر رض کی دلیل سے۔ (ستارھویں غلطی) صفحہ ۲۸ پر ایک مشہور حدیث پاک کی توہین وگستاخی کے ساتھ کذب بیانی اور غلط تاویلیں کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نسائی شریف کی وہ حدیث۔ يَكُوْنُ قَوْمٌ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ يَخْضِبُوْنَ بِهٰذَا السَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَا يَجِدُوْنَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ۔ اس ارشاد گرامی میں جو باتیں ارشاد ہوئیں کہ وہ قوم آخر زمانے میں ہوگی۔ سیاہ خضاب کرے گی کبوتر کے پوٹوں جیسا ۳ جنت کی خوشبو نہ پائے گی۔ یہ تینوں باتیں سیاہ خضاب کی حرمت ثابت نہیں کرتیں بلکہ سیاہ خضاب صرف ان کی نشانی کے لیے بیان کیا گیا ہے جرم کچھ اور ہوگا جس کی وجہ سے اس قوم کو جنت سے بالکل محرومی ہوگی۔ اپنی اس فضول اور لایعنی تاویل کی تائید میں وہ مصنف صاحب دو روایتیں تمثیلاً پیش کرتے ہیں ایک عربی اور ترجمہ کے ساتھ دوسری کا صرف ٹوٹا پھوٹا اور ادھر ادھر سے ادھورا ترجمہ لکھتے ہیں اصل عبارت عربی اور حوالہ درج نہیں کیا اس لیے کہ یہ ان کے خلاف جاتی ہے۔ چنانچہ پہلی تقابلی تمثیل میں بحوالہ ترمذی لکھتے ہیں کہ دَجَّالُ يَخْتِلُوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ يَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ جُلُوْدَ الضَّانِ (الخ) آخر زمانے میں کچھ لوگ ایسے نکلیں گے جو دنیا کو دین میں ملائیں گے لوگوں کے لیے دنبوں کی کھالوں کی پوستینیں پہنیں گے (الخ) مصنف مرحوم اس روایت سے اپنا مطلب نکالتے ہوئے لکھتے ہیں دیکھئے اس ارشاد میں ایک گمراہ قوم کی نشانی بتائی گئی ہے کہ وہ پوستینیں پہنیں گے اور نرم زبان شیریں کلام ہوں گے۔ حالانکہ پوستین پہننا۔ نرم زبان ہونا

حرام یا عیب وگناہ نہیں۔ مگر یہ ان کی نشانی بتائی گئی۔ اس طرح آخری قوم کا سیاہ خضاب لگانا بھی صرف ان کی نشانی بتایا گیا نہ کہ گناہ یا حرام یا باعثِ محرومی۔ اپنی اس غلط تشریح میں امام ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری جلد دہم ص۳ کا عربی حوالہ بھی پیش کرتے ہوئے بتاتے ہیں خضاب والی روایت کا یہ مطلب فتح الباری نے کیا ہے نہ کہ فقط ہم نے۔ دوسری تمثیل میں لکھتے ہیں کہ۔ اسی طرح ایک حدیث میں فرمایا کہ وہ سر منڈائیں گے۔ سکون سے نمازیں پڑھیں گے۔ یہ بھی ایک قوم کی نشانی ہے کیونکہ سر منڈانا اور سکون سے نمازیں پڑھنا اچھی بات ہے حرام یا بری نہیں۔ پس اس طرح کالا خضاب لگانا بھی اُس قوم کی نشانی بتائی نہ کہ حرمت کے لیے نیز لکھتے ہیں کہ گزشتہ صفحات میں گزرا (یعنی مصنف نے ثابت کر دکھایا) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سیاہ خضاب کو اَحسَن فرمایا۔ متعدد صحابہ وتابعین۔ اہل بیت۔ ائمہ محدثین فقہا حنفیہ اور ہزاروں علما ومشائخ اس کے جواز کے قائل اور اس پر عامل ہیں۔ نیز جنگلی کبوتر کے پوٹے سیاہ نہیں ہوتے بلکہ سیاہی کے ساتھ بہت زیادہ نیلا پن ہوتا ہے (الخ) جواب۔ یہاں ہمارے محترم مصنف مرحوم نے تقریباً پانچ زبردست غلطیاں کیں جو غلط بیانیاں بھی ہوسکتی ہیں۔ پہلی یہ کہ حدیث پاک نے فرمایا کہ سیاہ خضاب کبوتر کے پوٹوں کی مثل۔ یعنی حدیث پاک نے کبوتر کے پوٹوں کو سیاہ فرمایا اور اُن کے ساتھ خضاب کو تشبیہ دی مگر مصنف لکھتے ہیں کہ پوٹے سیاہ نہیں ہوتے۔ گویا کہ مصنف صاحب حدیث پاک کی غلطی نکال رہے ہیں۔ کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم تو سیاہ فرمائیں اور یہ کہیں سیاہ نہیں ہوتے اپنی معلومات کو زیادہ سمجھتے ہیں۔ یہ طرزِ تکلم سراسر گستاخی وگمراہی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مصنف کی معلومات ناقص ہے۔ کبوتر کی ہزار ہا قسمیں اور سینکڑوں رنگ ہوتے ہیں۔ جنگلی کبوتر بھی بہت سے رنگ والے ہوتے ہیں۔ بستر پر بیٹھے بیٹھے کتابیں لکھنا تو بہت آسان ہے علم حاصل کرنا مشکل ہے اسی چیز کی مصنف مرحوم کے پاس کمی ہے ورنہ ایسی گستاخی نہ کرتے ہم نے پہلے اسی حدیث پاک کی شرح میں ثابت کر دیا کہ جنگلی کبوتر کے پوٹے سیاہ بھی ہوتے ہیں بلکہ بعض جنگلی تو بالکل پورے سیاہ بھی ہوتے ہیں۔ مصنف اور ان

کی معلومات غلط ہیں دوم یہ کہ ۔ اس آخری قوم کی جنت سے محرومی اسی سیاہ خضاب کی وجہ سے ہوگی یہ سیاہ خضاب کا ذکر فرمان رسول کریم میں فقط نشانی کے لیے نہیں ہے ۔ تین وجہ سے ۱؎ وجہ یہ کہ تمام فقہا اور محدثین نے اس حدیث پاک سے حرمت اور کراہت کا استدلال کیا ہے ۔ بلکہ اس حدیث کو جس باب میں لکھا ہے اس باب کا نام بھی ۔ باب منع الخضاب بالسواد ۔ باب ترک الخضاب السواد ۔ رکھا ہے ۔ ۲؎ وجہ یہ کہ تمام احادیث ۔ اللہ رسول کے شرعی احکام بتانے کے لیے ہوتی ہیں خواہ کسی طرز بیانی سے ہوں ۔ فرمان نبوت نہ تو تاریخی مقولے ہوتے اور نہ ہی پہیلیاں ۔ مصنف نے جو اوٹ پٹانگ غلط تشریح کر ڈالی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس آخری قوم کی نشانی تو بتا دی اور سزا بھی بتا دی ۔ یعنی نشانی سیاہ خضاب لگانا اور سزا جنت سے محرومی مگر قوم کا نام اور جرم نہ بتایا ۔ جس سے یہ حدیث ایک پہیلی بن گئی کہ تا قیامت لوگ سوچتے رہیں ۔ وہ قوم کونسی ہو گی ۔ خود مصنف بھی نہیں بتا سکتے کہ وہ قوم کون سی ہوگی ۔ مصنف کی اس خود ساختہ تشریح نے حدیث رسول اللہ کو ایک مذاق بنا دیا ۔ امام عسقلانی کی عبارت بھی مصنف کو اس گستاخی حدیث سے نہ بچا سکی نہ بے حوالہ ان کو کارآمد ۔ کیونکہ یہ تشریح امام عسقلانی خود نہیں فرما رہے بلکہ یہ بتا رہے ہیں کہ کسی کم عقل نے اس بہترین واضح اور صاف حرمت خضاب والی حدیث پاک میں بھی ایسی جہالت کا مظاہرہ کیا کہ سیاہ خضاب کو قوم کی نشانی بنا دیا حالانکہ یہ سیاہ خضاب لگانا اس قوم کی نشانی نہیں بلکہ اصل جرم ہے ۔ اور صرف سیاہ خضاب لگانے کی پاداش میں جنت سے محرومی یا قریبۂ جنت سے محرومی یا جنت کی خوشبو سے محرومی ہوگی ۔ عبارت حدیث تو صاف یہی فرما رہی کہ قوم یخضبون ۔ وہ قوم خضاب سیاہ لگایا کرے گی ۔ بلکہ اب ایسی کتابیں پڑھ کر صاف معلوم ہو رہا ہے کہ شاید حدیث پاک میں آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی زمانے کا ارشارہ فرمایا ہو ۔ کیونکہ یہ زمانہ بھی آخری زمانوں میں سے ہے ۔

۳؎ وجہ یہ کہ حدیث پاک کے واضح الفاظ بھی حرمت خضاب کو ثابت کر رہے ہیں اور علی الترتیب وضاحت ہے کہ پہلے قوم کا جرم بتایا جا رہا ہے پھر نشانی پھر سزا ۔ اس حدیث پاک میں ایسا ہی کیا گیا کہ قوم کا زمانہ اور جرم و نشانی اور سزا

سب کچھ بیان فرما دیا گیا۔ ۱۔ قوم کا زمانہ آخری ہے ۲۔ جرم خضاب لگانا ہے ۳۔ اور نشانی کبوتروں کے پوٹوں کے مثل کالے سیاہ اور سزا محرومی جنت اب کوئی اعتراض وسوال حدیث پر نہیں پڑتا۔ یہ ہے حدیث پاک کی سچی سمجھ اور صحیح تشریح مصنف کی عقل کی رسائی اگر یہاں تک نہ ہو سکے تو کوئی کیا کر سکتا ہے۔ سوم یہ کہ مصنف نے ابن ماجہ والی پیش کردہ غلط اور ضعیف روایت کا ذکر کیا معاذ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کالے خضاب کو اَحْسَنَ فرمایا۔ ہم نے پہلے اس کا جواب عرض کر دیا کہ یہ جھوٹی روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کالے خضاب کو اَحْسَنَ نہ فرمایا بلکہ بہت سی کتاب اور خود ابن ماجہ نے کتم وحنا کے ملے ہوئے خضاب کو اَحْسَنَ فرمایا اور اسی حدیث پاک کو سب محدثین نے صحیح فرمایا۔ اگر غلط روایت کو بھی حدیث کہہ دیا جائے تو نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی ہے کیونکہ تضاد بیانی ثابت ہوتی ہے کہ نبی کی زبان کبھی حنا و کتم کے سرخ خضاب کو اَحْسَنَ فرماتی ہے کبھی اس کے خلاف سیاہ کو اَحْسَنَ فرماتی ہے اور کبھی سیاہ سے منع کرتی ہے اور مطابقت ناممکن منکرین حدیث کو انکار وگستاخی کا موقع دیتا ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ جھوٹی روایت کو جھوٹا ہی رہنے دیا جائے اس کو باطل نظریئے کا سہارا نہ بنایا جائے۔ اسی طرح صحابہ وتابعین وہزاروں علماء مشائخ کا ذکر کرنا بھی کذب بیانی اور جھوٹ تہمت ہے جیسا کہ ہم نے پہلے ثابت کر دیا۔ اسی لیے تمام مصنفین متقدمین ومتاخرین عامۃ المشائخ وجمہور فقہا کا مسلک یہی بیان فرماتے ہیں کہ ان سب کے نزدیک کالا خضاب حرام ہے۔ مصنف کی چوتھی لغزش۔ مصنف مرحوم نے ترمذی کی ایک عبارت بطریقہ حدیث نقل فرمائی کہ آخر زمانے میں ایک قوم نکلے گی جو لوگوں کے لیے کھال کی پوستین پہنیں گے۔ یہ روایت ترمذی میں نہیں ملی ہیں نے تو بہت تلاش کی۔ بہر کیف اگر ہو بھی تو یہاں بھی مصنف کی عقل وفکر نے کام نہیں کیا۔ اور غلط مطلب سمجھا۔ یہ روایت بھی پوستین پہنتے کو ہی اس قوم کا جرم قرار دے رہی ہے۔ اس لیے فرمایا گیا۔ يَلْبَسُونَ لِلنَّاسِ۔ ان کا پوستین پہننا لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے ہوگا فرمایا گیا لِلنَّاسِ اور ان کی میٹھی گفتگو بھی لوگوں کو اپنے جال میں پھنسانے کے لیے ہوگی۔ اور واقعی اس فریب کاری کے لیے پوستین

پہننا میٹھی چاپلوسی کی باتیں کرنا سب حرام ہیں۔ ہاں اگر ویسے اپنی عزت یا عجز وانکسار کے لیے کوئی پہنے تو جائز ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی جاہل آدمی جبّہ و دستار۔ اور عُلماء جیسا لباس پہنے تاکہ لوگ اُس کو عالم سمجھیں اُس سے مسئلے پوچھیں اور جھوٹے غلط شلط مسئلے بتانا شروع کر دے تو یہ جبّہ و دستا اُس کے لیے حرام ہوگی۔ کوئی جعلی پولیس بن جائے تو حکومت کا مجرم ہوگا یا نہیں بس یونہی سمجھ لو کہ پوستین اور گودڑی اوڑیا اور درویشوں کا لباس ہے۔ اگر کوئی جھوٹا پیر فقیر بنے تو یہی گودڑی۔ پوستین اور تسبیح و مرقع اُس کے لیے منع ہے۔ اور وہ اس فریب دہی کے لباس سے شرعی مجرم ہوگا۔ مصنف کی پیش کردہ روایت کا سچا مطلب یہی ہے۔ مصنف صاحب نے۔ جُلُوْدُ الضَّانِ اور یَلْبَسُوْنَ کو دیکھا لِلنَّاس کو نہ دیکھا اگر اتنی ہی فہم تھی تو کتاب وقلم پکڑنے کی کیا ضرورت تھی۔ پانچویں لغزش یہ کہ مصنف نے دوسری تمثیلی روایت کی عبارت پیش نہ کی صرف ادھورا ترجمہ کانٹ چھانٹ کر لکھ دیا۔ اصل روایت اس طرح ہے کہ نبی کریم غیب دانِ عالم نے وہابی نجدی گروہ کا نام لے کر ان کی نشانیاں بتائی ہیں کہ وہ سر منڈایا کریں گے اور لمبی نمازیں پڑھا کریں گے۔ صرف۔ یَکُوْنُ قَوْمٌ۔ یَا یَخْرُجُ فِی آخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ۔ نہیں فرمایا۔ لہٰذا یہاں بھی مصنف کی بات نہیں بنی۔ پس ثابت ہوا کہ یَخْضِبُوْنَ بِھٰذَا السَّوَادِ۔ سے۔ حرمت خضابِ سیاہ ہی ثابت ہو رہی ہے۔ (اٹھارھویں غلطی۔) مصنف مرحوم صہ پر۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اُس روایت کو ضعیف کہہ رہے ہیں جس میں ہے کہ آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حِنَاوَکَتم کا خضاب سب سے پہلے ابراہیم علیہ السّلام نے اور کالا خضاب فرعون نے لگایا۔ اور حوالے میں سراج منیر شرح جامع صغیر صہ عبارت نقل کر رہے ہیں کہ۔ قَالَ الشَّیْخُ حَدِیْثٌ ضَعِیْفٌ۔ (جواب) باطل لوگوں کا یہ ایک فیشن بن چکا ہے کہ جس حدیث پاک کو نہ ماننا ہوا اُس کو ضعیف کہدیا۔ کتنا آسان ہے بچ نکلنا۔ یہ عادت وہابیوں سے چلی ہے۔ مصنف صاحب کو جب اس کا جواب نہ آیا تو باطل عقیدے کو بچانے کے لیے ضعیف کہدیا۔ اور پھر استدلال میں کیسی مجہول فاکارہ عبارت۔ کہ۔ قَالَ الشَّیْخُ حَدِیْثٌ ضَعِیْفٌ۔ نہ معلوم کہ قال کا متکلم کون

ہے شیخ کون ہے کس حدیث کو ضعیف کہہ رہا ہے کیوں کہہ رہا ہے۔ کیا ثبوت ہے ضعیف ہونیکا حالانکہ ہم پہلے اپنی پانچویں دلیل میں مسند دیلمی کی سند سے اس روایت کو صحیح ثابت کر چکے ہیں اِس کو جمع الوسائل جلد اوّل ص۱۰۲ پر ملّا علی قاری رح نے اپنے دلائل میں بیان کیا ہے وہ اِس کو ضعیف نہیں کہتے۔ علامہ مناوی نے اس کو صحیح فرمایا اور سب سے بڑی سند اس روایت کے صحیح ہونے کی یہ ہے کہ اعلحضرت مجددِ بریلوی رضہ نے اِس کو اپنی دلیلوں میں شامل وشمار فرمایا۔ لہذا صرف مصنف صاحب اور اُن کے شیخ کے سر پھیرنے اور میں نہ مانوں کہنے سے تو یہ ضعیف نہیں ہوسکتی۔ آگے اسی ص۳۰ پر۔ مصنف ایک الزامی سوال قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دیکھو فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم ص۳۳۴ میں ہے۔ وَعَنِ القَاسِمِ الصَّفَّارِ اَلْخُفُّ الْاَحْمَرُ خُفُّ فِرْعَوْنَ وَالْخُفُّ الْاَبْيَضُ هَامَانَ۔ سرخ رنگ کا موزہ فرعون کا ہے اور سفید رنگ کا موزہ ھامان کا ہے۔ تو اگر کالا خضاب اس لیے منع ہے کہ وہ فرعون نے لگایا تو سرخ وسفید موزہ بھی فرعون وھامان کا ہے وہ بھی منع ہونا چاہیئے۔ نیز اسی کتابچے کے ص۳۱، ص۳۲ پر ٹوپی اور عمامے کی مثال دی ہے کہ ٹوپی صرف بغیر عمامہ کفار کی نشانی ہے۔ تو چاہیئے کہ صرف ٹوپی بغیر عمامہ پہننا بھی حرام ہونا چاہیئے۔ (جواب) فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم ص۳۳۴ کا یہ قاسم الصفار جھوٹ بھی بول سکتا ہے۔ بہر کیف اگر سچ بھی ہو تب بھی فتاویٰ عالمگیری کے عام مصنفین کی عبارت کو فرمانِ نبوّت کے مقابل لانا اور مساوی درجہ دینا سراسر گمراہی وگستاخیِ حدیث ہے۔ کہاں وہ وحیِ الٰہی کی زبان شریعتِ اسلام کے کلمات ترجمانِ خداوندی کے الفاظ۔ چشمۂ فیض وحکمت سرکارِ کائنات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کی ہاں اور نا کا نام شریعت اور جن کی ہر ہر ادا قانونِ الٰہی ہے۔ جن کے منہ مقدس کے ادا کئے ہوئے جملے نطقِ قرآن وحکمِ رحمٰن بن جاتے ہیں۔ اور کہاں یہ بیچارے عالمگیری کے مولوی ومفتی۔ عالمگیری کا یہ کہنا غلط اور جھوٹ بھی ہوسکتا ہے۔ تاریخ کی یا وہ گوئی بھی ہوسکتی ہے۔ یا صرف تاریخی معلومات بھی ہوسکتی ہے قصہ کہانی بھی بنائی جاسکتی ہے عالمگیری کا یہ قول کوئی شریعت کا پیمانہ نہیں کہ اُس کو ایمان کی بنا دیا حرام وحلال کا معیار سمجھ لیا

جائے ایسے لاکھوں اقوال ٹھکرائے و جھٹلائے جا سکتے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ واقعتاً یہ بات کسی نے بے پَر کی چھوڑی ہو۔ اس لیے کہ عالمگیری نے جہاں یہ عبارت لکھی ہے وہاں کے سیاق و سباق سے یہ عبارت بے تکی سی معلوم ہوتی ہے سمجھ نہیں آتا کہ مولف نے یہ بیکار بے فائدہ بے جوڑ عبارت کس مقصد کے لیے یہاں لکھ دی ہاں اگر یہ عبارت فرمانِ نبوت ہوتا تو واقعی سرخ اور سفید موزے سے مسلمانوں کو نفرت ہو جاتی اور عبارت لکھنے کا مقصد سمجھ آجاتا۔ اسی بے جوڑ۔ بے تکی ہونے کی وجہ سے دل کہتا ہے کہ یہ عبارت جھوٹی ہے۔ اور اگر سچی بھی ہو تو زیادہ سے زیادہ اس کو تاریخی معلومات میں شمار کیا جائے گا۔ لیکن وہ فرعون و خضاب کی حدیثِ مقدسہ اُن کے الفاظ ہیں جن کی زبان پر قرآن بولتا ہے۔ جن کے لب و دندان مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی کے لقبِ عظیم سے مزین ہیں۔ افسوس مولنا کہ تم نے کس کے مقابل کس کو لا کھڑا کیا۔ مَا قَدَرُوا الْحَدِیْثَ الْمُقَدَّسَۃَ حَقَّ قَدْرِہٖ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی مورخ بن کر نہیں آئے کہ صرف تاریخی معلومات سمجھاتے رہیں۔ آپ کا ہر ہر لفظ قانون ساز ہے اِس حدیث پاک سے یہی فرمایا جا رہا ہے کہ اے مسلمانوں کالے خضاب سے نفرت کرو کیونکہ اس کی ابتدا ہی ظالم و کافر سے ہے اس طرح پر اور بھی بہت سے قانونِ اسلامی ہیں جس کی وجہ کراہت فقط کفار سے نفرت پیدا کرنا ہے۔ رہا عالمگیری کی عبارت تو اُس کی فرمانِ نبوت کے مقابل حیثیت ہی کیا ہے۔ نیز وہ عبارت لفظاً بھی غلط ہے۔ کیونکہ لکھا ہے وَالْخُفُّ الْاَبْیَضُ هَامَان۔ یہ عبارت بتا رہی ہے کہ اس کو بنانے والا عربی سے جاہل ہے۔ اِس عبارت کا ترجمہ بنتا ہے۔ کہ سفید موزہ ھامان ہے۔ مصنف صاحب بے چارے شاید نیند میں ایسی عبارت بنا گئے جس کا سر پیر ہی نہیں رہا ٹوپی عمامے کا مسئلہ تو وہ اپنی جگہ درست ہے۔ مگر خطیب مذکور مولوی صاحب کی سمجھ میں نہیں آسکتا ایسے ارشاد سمجھنے کے لیے وسیع علم تدبر، تفکر، تجربہ مشاہدہ۔ اور ذہن و عقل کی محنت کرنی پڑتی ہے خیال رہے کہ اسلامی قانون دو قسم کے ہیں (۱) محکم و مستقل (۲) عارضی و ہنگامی۔ قانون محکم وہ ہوتا ہے جو کسی وجہ سے نہ ہو وہ دائمی ہر مسلمان مرد و عورت کے لیے یا فقط مرد یا فقط عورت

کے لیے ہر وقت ہر جگہ ہر ملک میں فرض واجب یا نفل سنت مستحب رہتا ہے۔ لیکن ہنگامی قانون کسی خاص وجہ سے عارضی طور پر واجب لازم یا مستحب کیا جاتا ہے جب وہ وجہ ختم ہو جائے یا جس جگہ وہ وجہ نہ پائی جائے وہاں سے وہ حکم بھی ختم ہو جاتا ہے۔ مستحکم و مستقل کی مثال تو پوری شریعت اسلامیہ ہے لیکن ہنگامی و عارضی حکم تو اُس کی دو صورتیں ہیں ۱۔ جب کوئی کام کسی کافر قوم کا مذہبی شعار بن جائے تو وہ کام اُس وقت تک تمام مسلمانوں پر وہ حرام ہو گا جب تک وہ کفار کا مذہبی نشان بنا رہے گا۔ لیکن جب وہ کافر قوم ختم ہو جائے یا ان کا مذہبی نشان بدل جائے۔ اُس وقت وہ کام حرام نہ رہے گا۔ مثلاً پہلے زمانے میں یہودی کفار کا نشان زنار باندھنا تھا۔ آج کل عیسائیوں کا صلیب لٹکانا وغیرہ وغیرہ ۲۔ جب کوئی کام کفار کی دنیوی نشانی اور شناخت بن جائے۔ وہ کام مسلمانوں پر اس وقت اور اُس علاقہ تک حرام ہے جب تک اور جہاں تک وہ کفار رہتے ہوں یا مشہور ہوں۔ یہ کام مسلمانوں پر حرام اور ممنوع ہوں گے مگر صرف اسی ماحول میں اُسی علاقہ میں جہاں تک لوگ ایسے کام کو دیکھ کر یہ محسوس کریں کہ وہی کافر ہے۔ مثلاً یہاں برطانیہ اور یورپ میں سر پر چھوٹی سی گول کپڑے کی ٹوپی یہودیوں کی شناخت ہے اس طرح کالا اونچا ہیٹ عام یہودیوں کی نشانی ہے مگر ہندو پاک میں اسے کوئی نہیں جانتا نہ وہاں کوئی یہودی دکھائی دیتا ہے تو یہ ٹوپی اور یہ ہیٹ جس کا نام یہودی لغت میں ۱۔ کِپّاہ ۲۔ کوپلے ۳۔ یَمَلکا ہے ھیٹ کا نام۔ اسٹیریمر ہے۔ شرعی طور پر مسلمانوں کو پہننا یورپ میں حرام ہے پاکستان میں جائز ہے۔ اسی طرح سکھوں کی طرز پر پگڑی ان علاقوں میں پہننا حرام ہے جہاں لوگ سکھوں کو جانتے ہیں اگرچہ ان کی پگڑی بھی ٹوپی کے ساتھ ہے مگر جہاں سکھوں کا نام ونشان بھی نہیں وہاں ان کی طرز پر پگڑی مسلمان کو حرام نہ ہو گی۔ یہی حالت خضاب لگانے کا ہے۔ کہ سرخ پیلا رنگ والا خضاب اُن علاقوں میں لگانا ضروری ہے جہاں یہودی رہتے ہوں کہ وہ نہ لگائیں تو مسلمانوں کو اپنی شناخت بنانے کے لیے ضروری ہے تاکہ خَالِفُوھُم پر عمل ہو جائے لیکن جہاں یہودی نہیں رہتے مثلاً ہندوستان پاکستان تو وہاں اپنے سفید بالوں کو سرخ یا پیلا رنگ کا خضاب لگانا ضروری

نہیں۔ حدیثِ خضاب میں خالِفُوھم کا جملہ خضاب حنا وکتم کی وجہ بتا رہا ہے اور جو حکم کسی وجہ سے ہو وہ عارضی و ہنگامی ہوتا ہے۔ اگر آج یہودی تمام رواجی طور پر سرخ خضاب لگانا شروع کر دیں تو مسلمانوں کو منع کر دیا جائے گا۔ لیکن خضاب سیاہ کی ممانعت وکراہتِ تحریمہ میں کوئی وجہ نہیں بیان فرمائی گئی اس لیے کالے خضاب کی حرمت دائمی و مستقل قانون ہے۔ کہ دنیا بھر میں کسی وقت کسی عمر کسی حالت کا مرد مسلمان ہو یا اس کے بال پورے سفید ہوں یا ملے جلے سب کے لیے کالا خضاب حرام ہے۔ ہاں عورت پر کالا خضاب لگانا حرام یا مکروہ نہیں مسلمان عورت کو خضاب لگانا جائز ہے۔

چنانچہ جمع الوسائل شرح شمائل جلد اوّل ص۱۰۲ پر ہے۔ وَلِحَدِیْثِ اَبِیْ دَرْدَاءٍ رَفَعَہٗ مَنْ خَضَبَ بِالسَّوَادِ سَوَّدَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَخْرَجَہُ الطِّبْرَانِیْ وَابْنُ عَاصِمٍ وَسَنَدُہٗ لَیِّنٌ۔ وَمِنْھُمْ مَنْ فَرَّقَ فِیْ ذَالِکَ بَیْنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْاۃِ فَاَجَازَھَا دُوْنَ الرَّجُلِ وَاخْتَارَہُ الْحَلِیْمِیُّ (الخ) ترجمہ ابو درداء کی ایک مرفوع حدیث پاک ہے جس کو طبرانی اور محدث ابن عاصم نے بھی روایت فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص دنیا میں کالا خضاب لگائے گا اللہ تعالیٰ اس کا منہ قیامت کے دن کالا کر دے گا۔ اس کی سند نرم ہے۔ اور کچھ فقہاءِ کرام نے کالے خضاب کے مسئلے کو عورت مرد کے لیے منفرق کیا ہے کہ عورت کے لیے کالا خضاب لگانا جائز رکھا اور مرد کے لیے حرام وناجائز۔ اس کی وجہ بالکل ظاہر ہے کہ کالے خضاب کی حرمت دھوکہ دینے اور فریب کرنے کی وجہ سے ہے مرد کا کالا خضاب لگانا سراسر دھوکہ بازی ہے کیونکہ وہ داڑھی کو لگائے گا اور داڑھی کو چھپایا نہیں جا سکتا۔ جو دیکھے گا وہ اس کو جوان سمجھ لے گا اور کالے خضاب کی نیت بھی یہی ہوتی ہے خواہ پیر صاحب لگائیں یا مرید صاحب عالم لگائیں یا عوام۔ لیکن عورت صرف سر کے بالوں کو لگا سکتی ہے اور ڈھکنا ہر عورت پر فرض ہے تو اس کے بالوں کا خضاب نہ کسی کو نظر آئے نہ کوئی دھوکہ کھائے دھوکہ ہمیشہ اجنبیوں کو دیا جا سکتا ہے اور اجنبی سے سر ڈھکنا فرض ہے۔ جب یہ عارضی و ہنگامی حکم کا فرق سمجھ لیا تو ٹوپی اور پگڑی بھی عارضی و ہنگامی

حکم ہے۔ اس لیے کہ صرف ٹوپی کی ممانعت زِیُّ الْمُشْرِکِیْن کی وجہ سے ہے یعنی کفار کی نشانی ہونے کی وجہ سے اور کفار کی مخالفت تو واجب تو ان کی نشانی سے بچنا وہٹنا بھی واجب ہوگیا، بالکل سرخ خضاب جیسا مسئلہ ہے۔ تو جہاں جہاں ٹوپی پہننا کسی قسم کے کفار کی نشانی بن جائے وہاں کے لیے اعلیٰحضرت کا یہ فرمان بھی اور حدیث پاک کا شرعی حکم بھی لیکن جہاں پر کفار کی نشانی ٹوپی نہیں یا اس طرز کی ٹوپی نہیں وہاں صرف ٹوپی پہننا بغیر عمامہ جائز ہوگا۔ فَمَا جَوَابُکُمْ فَھُوَ جَوَابُنَا مصنف صاحب کو چاہئے تھا کہ زندگی میں یہ حدیث وعبارت استادوں سے سمجھ لیتے پھر قلم اٹھاتے۔ انیسویں غلطی۔ ص۲۳ پر مسلم دوم ص۱۹۳ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر زرد رنگ کے دو کپڑے دیکھے۔ فَقَالَ اِنَّ ھٰذِہٖ مِنْ ثِیَابِ الْکُفَّارِ فَلَا تَلْبِسْھُمَا وَفِیْ رِوَایَۃٍ قُلْتُ اَغْسِلُھُمَا۔ قَالَ بَلْ اَحْرِقْھُمَا۔ ترجمہ تو فرمایا بے شک یہ کفار کے لباس میں سے ہیں ان کو مت پہنو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میں ان کو دھو کر رنگ اتار دوں۔ فرمایا بلکہ ان کو جلا دو آگے مصنف اپنی نادانی کم فہمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔ اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ زرد رنگ کے کپڑوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس کفار قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ صحابی عرض کرتے ہیں کہ میں دھو کر رنگ اتار دوں تو ارشاد ہوتا ہے کہ نہیں بلکہ جلا دو۔ حضور کی اس صریح اور شدید ممانعت اور لباس کے رنگ کو دھو دینے کے باوجود جمہور علما صحابہ وتابعین۔ امام اعظم ابو حنیفہ امام شافعی امام مالک ثوب مُعَصْفَر یعنی زرد رنگ کے کپڑے پہننا (الخ) مباح فرماتے ہیں چنانچہ امام نووی شرح مسلم میں اسی جگہ فرماتے ہیں۔ وَاخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِی الثِّیَابِ الْمُعَصْفَرَۃِ قَالَ۔ وَالْمَصْبُوْغَۃِ بِعُصْفُرٍ فَاَبَاحَھَا جُمْھُوْرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیْنَ وَمَنْ بَعْدَھُمْ وَبِہٖ قَالَ الشَّافِعِیُّ وَاَبُوْحَنِیْفَۃَ وَمَالِکٌ لٰکِنَّہٗ قَالَ غَیْرُھَا اَفْضَلُ مِنْھَا۔ ترجمہ۔ علما نے پیلے رنگ کے کپڑے پہننے میں اختلاف کیا ہے جمہور (یعنی اکثر) علمائے صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد والے علما نے پیلے کپڑے

پہننا بالکل جائز اور مباح حلال فرمائے اور یہی امام شافعی۔ امام ابو حنیفہ۔ اور امام مالک نے فرمایا ہے کہ مباح ہے۔ لیکن صرف امام مالک نے یہ بھی فرمایا کہ پیلے کپڑوں سے دوسرے رنگ کے کپڑے افضل ہیں مصنف صاحب خود ہی اپنی اوندھی سمجھ کی وجہ سے اُلجھتے ہیں اور پھر خود ہی حیران ہو کر سوال کرتے ہیں کہ جس طرح لباسِ معصفر کو ثیاب الکفار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح سیاہ خضاب کو کافر کا خضاب فرمایا۔ تو یہ کیا وجہ ہے کہ پیلا لباس تو گناہ بھی نہ ہو مگر (ہائے ہمارا پیارا) کالا خضاب کرنا۔ حرام قطعی۔ اور کرنے والا جہنمی ہو اور آخرت میں منہ کالا ہو۔ اس عظیم فرق کی کیا وجہ۔ (جواب) ہاں آؤ ہم بتاتے ہیں کہ اس عظیم فرق کی کیا وجہ ہے مگر پہلے اتنا سُن لو کہ خدا جب دین لیتا ہے سمجھ بھی جاتی رہتی ہے۔ سچ فرمایا بزرگوں نے کہ انسان جب باطل پر چل پڑتا ہے تو اُس کا چراغِ شعور بجھ جاتا ہے اور معمولی اور نہایت آسان بات بھی نہیں سمجھ پاتا۔ اوّلاً تو یہ غور کرو کہ حدیث پاک میں صریح وسعید و شدید ممانعت ہو تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جمہور اپنا مذہب اس کام کے جواز و مباح پر بنالیں گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریحی مخالفت اور مقابلہ کریں۔ کیا ان جمہور کو جہنم کا خوف نہیں۔ کیا ان کو اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ کی آیت غضب الٰہی یاد نہیں۔ پھر مصنف نے جمہوریت تک ہی بات نہ رکھی اس نے اپنی نادانی میں امام اعظم امام شافعی مالک کو بھی ملوث کرنا چاہا اور امام نووی کو بھی بے شعور ہی سمجھ لیا۔ اور پھر کمال نادینی سے۔ فَمَا جَوَابُکُمْ فَھُوَ جَوَابُنَا۔ کا جملہ بے موقعہ محل بطور تکیہ کلام بول دیا۔ اور اندھے کی لاٹھی ہوا میں چلا دی۔ اللہ کے بندو اگر تم کو اپنی خود ساختہ اس اُلجھاؤ کا سلجھاؤ نہیں آتا تھا تو کتاب لکھنے کی کیا مصیبت پڑی تھی اور پھر گھبرا کر اور جواب کی سمجھ نہ پاکر علماءِ حق کی منتیں کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ بزرگو خدا کے لیے جواب سمجھاؤ۔ فَمَا ھُوَ جَوَابُکُمْ فَھُوَ جَوَابُنَا۔ اسے علماء کرام جو تم جواب دو گے وہ ہی ہم اپنا جواب سمجھ لیں گے اور گمراہی سے نکل آئیں گے۔ مصنف صاحب نے اس کتاب میں بہت جگہ یہ جملہ تحریر فرمایا ہے یعنی پہلے اپنی نا سمجھی سے خار دارِ غلطیات میں پھنس جاتے ہیں پھر جب نکلنے کا راہ

نہیں پاتے تو۔ فَمَا هُوَ جَوَابُكُمْ (الخ) کہ بچاؤ، بچاؤ۔ آیئے مجدد یہاں ہم انشاءاللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی غلط فہمی سے بچاتے ہیں۔ لہذا یاد رکھیئے اس حدیث پاک میں کسی بھی رنگ سے بحث نہیں نہ پیلے رنگ کے کپڑوں سے ممانعت ہے نہ شدید نہ خفیف۔ نہ امام نووی نہ جمہور نہ امام اعظم امام شافعی و امام مالک نے اس حدیث پاک میں رنگ کی بحث سمجھی سب کی سمجھ بحمدہ تعالیٰ اس حدیث مبارکہ کی فہم میں بالکل درست ہے۔ صرف ہمارے مصنفِ صاحب اور اس طرح کی کم سمجھ والے حضرات جو پہلے زمانوں میں ہوئے اور انہوں نے اپنی کم فہمی سے اس فرمان پاک سے پیلے رنگ کی ممانعت سمجھ لی امام نووی علیہ الرحمۃ اپنی شرح میں ائمہ اربعہ کے حوالے سے اُن ناسمجھوں کو جواب دے رہے ہیں کہ نادانوں اس حدیث پاک کی ممانعت شدید پیلے رنگ کی وجہ سے نہیں۔ نہ ہی مذہب اسلام رنگ و روپ میں کسی کو اُلجھاتا ہے۔ کیونکہ دین اسلام نہ تو ہندوؤں کی طرح کسی کالے یا سبز رنگ کا پجاری بنائے کہ ان رنگوں کی مسلمانوں کو تعظیم کا حکم دے جیسا کہ فی زمانہ بعض کم عقل نادان پیر لوگ ہر کالے اور سبز رنگ کی تعظیم میں جھکے پڑتے ہیں اپنے مریدین کو بھی اِن دو رنگوں کی تعظیم کا حکم دیتے ہیں کہ کالے رنگ کی جوتی نہ پہنو۔ سبز رنگ کا فرش نہ بنواؤ کہ یہ غلاف کعبہ کا رنگ ہے اور یہ سبز گنبد کا رنگ ہے۔ اسلام ان خرافات کو نہیں مانتا اللہ تعالیٰ نے کالی بھینس کالا ریچھ بہت سے کالے حرام جانور پیدا فرما دیئے۔ یہاں تک کہ ہر مرد کے کالے بال ناف سے پیروں تک اگا دیئے۔ اب کرو اِن کی تعظیم سجا کر رکھو تو کیسی ہیں۔ اسی طرح سبز گھاس کے میدان سجا دیئے کہ ہر طرح ان پر ٹہلو پھرو گھٹنے دوڑاؤ۔ مسلمان صرف اُس رنگ کی تعظیم کرے گا جو غلافِ کعبہ سے لگ چکا ہے آج کل کالا ہے تو کالے غلاف کی تعظیم ہے اگر کل کسی حکومت نے سرخ یا پیلا غلاف ڈال دیا تو اُس غلاف کی تعظیم ہو گی یہ تعظیم فقط کعبہ کی نسبت اور اُس کلمہ طیبہ کی وجہ سے ہے جو اُس پر لکھے ہوئے ہیں نہ کہ کپڑے یا کالے رنگ کی وجہ سے اسی طرح صرف اُس سبز رنگ کی تعظیم ہو گی جو سبز گنبد میں لگ چکا ہے۔ اُس لگے ہوئے رنگ کا ٹکڑا اگر ہم کو مل جائے تو تاج شاہی سے بھی زیادہ اُس کی تعظیم کریں گے یہ مومن کا فرض ہے۔ لیکن اُس کے علاوہ

کسی بھی ہرے کالے پیلے سرخ رنگ میں شریعتِ اسلامیہ مسلمانوں پر کوئی بھی حکم صادر نہیں
فرماتی نہ کوئی رنگ واجب نہ کوئی حرام نہ مکروہ نہ تحریمی نہ تنزیہی۔ اسلام اِن بناوٹوں
اور خود ساختہ پابندیوں کے خلاف ہے۔ اسلام قرآن وحدیث کا نام ہے۔ ان کے تمام
قوانین نہایت ٹھوس مضبوط بنیادوں پر ہوتے ہیں۔ ایسی ہی اڑتی باتیں نہیں ہوتیں
اسلام کی حرام وحلال کی ہوئی چیزوں کی وجہ کوئی شناخت یا نشان یا نفع نقصان کی
کی بنیاد ہوتی ہے روایت میں عورتوں جیسے کپڑے مردوں کو پہننے منع ہیں۔ اس کی
وضاحت کرتے ہوئے فقہاءِ کرام نے مسئلہ بتایا کہ ہر قسم کا چمکدار اور بھڑکیلے رنگ
کا کپڑا بھی مرد کو حرام ہے اگرچہ اُس کی بناوٹ ونمونہ مردانہ طرز پر ہو۔ صرف اس لیے
کہ چمکیلا کپڑا عورتوں کے لیے مخصوص ہو گیا وہ عورتوں کی شناخت بن گیا۔ اگرچہ سفید
رنگ میں ہی چمک ہو لیکن بغیر چمک کے ہر قسم کے رنگ کا لباس مرد کو جائز ہے معلوم
ہوا کہ رنگوں میں علت حرمت نہیں بلکہ شناخت ومشابہت کی وجہ سے ہے اس طرح
حدیث پاک میں بھی کہ جب آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص کو
کو پیلے رنگ کے کپڑے پہنے دیکھا تو۔ منع فرماتے ہوئے رنگ کا بالکل ذکر نہ کیا۔ بلکہ فرمایا
اِنَّ هٰذِهٖ مِنْ ثِیَابِ الْکُفَّارِ۔ یہ کپڑے اپنی بناوٹ اور نمونے میں کفار کے ہیں ان
کو پہنے تو دیگر اجنبی مسلمان دھوکا کھا سکتے ہیں کہ یہ پہننے والا شاید کافر چلا آرہا ہے
اس لیے لَا تَلْبَسْهَا اس کو کبھی نہ پہننا۔ (بلکہ اس ایک اشارے میں تا قیامت مسلمانوں
کے لیے ایک قانون وضع فرما دیا کہ کسی دور میں کسی بھی رنگ میں ہو کفار کا
شناختی اور مروجہ لباس کسی مسلمان کو پہننا جائز نہیں۔ خواہ پورا لباس ہو یا فقط
ٹوپی۔ پگڑی۔ یا مخصوص ہیٹ کی شکل میں ہو) مگر حضرت عبد اللہ بن عمرو جلدی
میں فرمانِ نبوت کا اصل اشارہ اور وجہ ممانعت نہ سمجھ سکے آپ کا دھیان پیلے رنگ
کی طرف چلا گیا۔ اور عرض کیا۔ کہ کیا! میں اس رنگ کو دھو ڈالوں پھر کیا یہ لباس
جائز رہے گا۔ آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غلط فہمی دور کرتے ہوئے ارشاد
فرمایا کہ نہیں بلکہ ان دونوں کپڑوں کو جلا دو۔ یعنی یہ ممانعت رنگ کی وجہ سے
نہیں وہ تو واقعی دُھل کر ختم ہو جائے گا۔ اصل ممانعت تو اس کی نشانِ کفار والی
بناوٹ کی وجہ سے ہے جو دھلنے سے ختم نہیں ہو سکتی اس کا ایک ہی علاج ہے

کہ جلا کر اس کو صفحۂ ہستی سے مٹا دو۔ یہ اتنی شدید ممانعت ہے کہ اس نشانِ کفر اور کفار کی اس وردی کو تم نہ کسی کو دے سکتے ہو کا فر کو بھی نہیں کہ تعاونُ علیٰ الکفر کے مشابہ ہے اور نہ اس کو اپنے پاس اپنے گھر میں ظاہر یا پوشیدہ رکھ سکتے کہ کل کوئی دوسرا مسلمان نہ پہن لے یا کوئی آدمی کچھ زمانے گزرنے کے بعد صحابی کے گھر سے ملا ہوا تبرک سمجھ کر تعظیماً تبرکاتِ صحابہ میں شامل نہ کر دے۔ ان تمام خدشات کے پیشِ نظر فرمایا۔ بل احرِقھما۔ اس نشانِ کفر کو جلا کر فنا کر دو۔ تمام فقہا نے اسی حدیث پاک کے استدلال و استنباط سے ہر دور کے کفریہ نشانات و شناخت والے لباس کو مسلمانوں کے لیے حرام فرمایا۔ لیکن نووی دور کے چند کم فہم علماء نے اس حدیث پاک سے پیلے رنگ کی ممانعت سمجھی ان کی تردید فرماتے ہوئے امام نووی نے ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاءِ صحابہ و تابعین کا مذہب و مسلک ظاہر فرمایا کہ نادانوں حدیث پاک کا وہ منشا نہیں جو تم سمجھ بیٹھے ہو۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ زبانِ نبوت تو ایک چیز کو شدت سے منع فرمائیں اور جمہور فقہا تو درکنار کوئی ایک مسلمان ہی اُس کو مباح کہہ دے۔ زبانِ رسالت سے شدت کی ممانعت کو فقہاءِ اسلام حرامِ قطعی کہتے ہیں۔ نہ کہ مباح۔ یہاں لباسِ معصفر کو مباح کہکر حدیث کی سچی فہم کا اشارہ فرما دیا۔ کیوں مصنف صاحب اب آپ کو حدیث کی سچی سمجھ آئی ؟

رب تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے میری قلبی دعا ہے۔ کیونکہ آپ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نعت خوان ہیں یقیناً رب تعالیٰ رحمٰن و رحیم بندوں کی ایسی لغزشیں معاف فرما دیتا ہے۔ یہ تردیدی جواب صرف اس لیے لکھ رہا ہوں کہ خطرہ موجودہ زندہ لوگوں سے ہے کہ وہ کہیں اس غلط کتاب سے گمراہ ہو کر کالے خضاب کی حرمت میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم۔

(بیسویں غلطی) صفحہ ۳۵ پر لکھا ہے کہ مسلم شریف میں ہے۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم۔ لَا تَاْکُلُوْا بِالشِّمَالِ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ یَاْکُلُ بِالشِّمَالِ۔ ترجمہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ بائیں ہاتھ سے کھانا فعلِ شیطان ہے۔ (جواب)

مصنف کی یہ بات بالکل درست ہے واقعی بائیں یعنی اُلٹے ہاتھ سے کھانا تمام فقہا اور شارحین کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے کیونکہ بفرمانِ نبوت شیطان کا کام ہے۔ اور کسی صورت میں کسی مرد یا عورت مسلمان کے لیے کبھی بھی جائز نہیں اور اگر کوئی مسلمان بلاسخت مجبوری۔ اور بغیر عذر الٹے ہاتھ سے کھائے گا تو گناہِ کبیرہ و فعلِ حرام کا مرتکب ہوگا۔ یہاں تک تو مصنف ٹھیک چلے مگر آگے چل کر بے عقلی و کج فہمی کا ثبوت دے دیا۔ کہ اس حدیث مبارکہ پر ایک الزامی سوال قائم کر دیا۔ فرماتے ہیں۔ امام بدر الدین عینی اپنی شرح عمدۃ القاری جلد ۲۱ صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں دائیں ہاتھ سے کھانا ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک مستحب ہے یہی امام غزالی اور امام نووی کی تصریح ہے۔ دوم یہ کہ حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ الرحمت مراۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ دودھ یا پانی وغیرہ ہمیشہ داہنے ہاتھ سے برتن تھامے جمہور علما کے نزدیک یہ حکم استحبابی ہے۔ اس شرح سے ثابت ہوا کہ دائیں ہاتھ سے کھانا پینا مستحب ہے۔ آگے اپنی بیچر لگاتے ہیں۔ اگر بائیں ہاتھ سے کھائے پیئے گا تو مستحب کے خلاف کا مرتکب ہوگا۔ اور مستحب کا خلاف یا ترک گناہ نہیں۔ تو کیا فرماتے ہیں۔ اشتہاری مولوی کہ سب سے بڑے کافر ملعون دشمنِ خدا شیطان کے فعل کو کرنے والا اور آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف کرنے والا گناہگار کیوں نہیں۔ (جواب:) مصنف صاحب کی عقل و فکر پر کبھی تو ہنسی آتی ہے اور کبھی رونا۔ واللہ اگر میرے علم میں اُس وقت یہ تحریر آجاتی تو میں اُن کا یہ قلم پکڑ کر ہمیشہ کے لیے جلا دیتا۔ یہاں محترم مرحوم نے چار ٹھوکریں کھائیں ہیں ایک یہ کہ عینی کی پوری عبارت نہیں لکھی دوم یہ کہ بائیں اور دائیں سے کھانے کی ممانعت اور استحبابی جواز میں فرق نہ جانا۔ سوم یہ کہ اُلٹے (بائیں) ہاتھ سے کھانے کو ترکِ مستحب کے زمرے میں شامل کیا۔ چہارم یہ کہ ہر مستحب کو مصنف نے ایک ہی درجہ دیا کہ اِن کے نزدیک ہر مستحب کا ترک گناہ نہیں۔ حالانکہ یہ سب باتیں غلط ہیں۔ اور پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ اس پوری عبارت اور الزامی سوال میں دائیں بائیں سے کھانے نہ کھانے کا تعلق اِس کتاب سے کیا ہے۔ اور حرمتِ خضابِ سیاہ کے بیان اور مخالفت میں اس چلے کی کیا

ضرورت و نسبت تھی۔ بہر حال قلم ہاتھ لگ گیا ہے جو چاہیں لکھتے پھریں۔ واضح رہے کہ عینی نے اِن ہی صفحات پر یہ بھی لکھا کہ۔ وَقَدْ نَصَّ الشَّافِعِی فِی الْاُمِّ عَلیٰ وُجُوْبِہٖ امام شافعی علیہ الرحمۃ نے سیدھے ہاتھ سے کھانے کو واجب قرار دیا ہے۔ اور عینی جلد ۲۱ کے صـ ۲۹ پر ہے۔ وَاَمَّا الْاَکْلُ بِالْیَمِیْنِ فَقَدْ ذَھَبَ بَعْضُھُمْ اِلٰی اَنَّہٗ وَاجِبٌ لِظَاھِرِ الْاَمْرِ وَبُوُرُوْدِ الْوَعِیْدِ فِی الْاَکْلِ بِالشِّمَالِ ترجمہ دائیں (سیدھے) ہاتھ سے کھانا بعض علما کے نزدیک واجب ہے کیونکہ حدیث شریف کے ظاہری امر سے وجوب ثابت ہوا کرتا ہے۔ (اور کسی حکم کو مستحب بنانے کے لیے کسی دلیل یا قید کی شرط ہے) اور بائیں ہاتھ سے کھانے پر سخت وعید آئی ہے۔ نیز یہ کہ سیدھے ہاتھ سے کھانا مستحب ہے اور مستحب کا ترک گناہ نہیں لیکن اِس ترک سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ضرور وہ بائیں اور اُلٹے سے ہی کھائے۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ دائیں ہاتھ سے نہ کھائے نہ پئے بلکہ منہ لگا کر پیئے۔ بغیر کوئی ہاتھ استعمال کیے ہوئے جیسے کہ عموماً دیہاتی کرتے ہیں یا وہ ہاتھ کے بجائے چمچے سے کھالے۔ اس صورت میں ترک مستحب ہو گیا مگر بائیں ہاتھ سے سراسر گناہ ہی ہو گا۔ کیونکہ سخت وعیدیں وار دہیں۔ اس لیے مصنف صاحب کا الزامی سوال غلط ہے۔ خلاصہ یہ کہ سیدھے ہاتھ سے نہ کھانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی بندہ اُلٹے ہاتھ ہی سے کھائے کھانے پینے کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں دائیں کے اِستحباب سے اُن دیگر طریقوں کا جواز و اجازت ثابت ہوئی دائیں سے کھانا شرعاً مستحب اور بائیں سے کھانا حرام دونوں اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔

اکیسویں غلطی۔ صفحہ ۳۶ پر لکھتے ہیں۔ عَنْ اَبِیْ رَیْحَانَۃَ۔ نَھیٰ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عَنْ عَشْرٍ۔۔۔۔ وَلُبُوْسِ الْخَاتَمِ اِلَّا لِذِیْ سُلْطَانٍ۔ (مشکوٰۃ) دیکھئے اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے بادشاہوں کے اور کسی کے لیے انگوٹھی پہننا منع فرمائی۔ باوجود اس ممانعت کے آپ لوگ انگوٹھی کیوں پہنتے ہو (جواب) مصنف صاحب کی اِن کچی پکی۔ بچگانہ باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف صاحب کو نہ توفقہ کے

مسائل سے کچھ لگاؤ اور واقفیت ہے اور نہ ہی احادیث کے علوم و معارف کی تحقیق ہے۔ ابو ریحانہ (جن کا نام مبارک شمعون بن زید ازدی ہے انصار کے حلیف اور آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں) کا یہ فرمانا منسوخ ہے حضرت انس کی اس حدیث پاک سے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو چاندی کی انگوٹھی کی اجازت دی ہے۔ خیال رہے کہ احادیث پاک میں سونے پیتل لوہے تانبے وغیرہ کی انگوٹھی سے منع فرمایا گیا ہے۔ لیکن چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے چنانچہ مسند احمد بن حنبل میں روایت اس طرح ہے۔

بحوالہ عُمْدَۃُ الْقَارِی جلد ۲۲ صفحہ ۳۳ وَمِنْ ذَالِکَ مَا رَوَاہُ اَحْمَدُ اَیْضًا مِنْ حَدِیْثِ عَمَّارِ بْنِ عَمَّارٍ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم رَاٰی فِیْ یَدِ رَجُلٍ خَاتَمًا مِنْ ذَھَبٍ فَقَالَ اَلْقِ ذَا۔ فَتَخَتَّمَ بِخَاتَمٍ مِنْ حَدِیْدٍ فَقَالَ ذَا اَشَرُّ مِنْہُ فَتَخَتَّمَ مِنْ فِضَّۃٍ فَسَکَتَ۔ ترجمہ۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا تو فرمایا اتار دے اس کو۔ ان صحابی پاک نے اتار دیا اور پھر لوہے کی انگوٹھی بنا کر پہن لی جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھی تو فرمایا یہ تو اس سے بھی زیادہ شر ہے (بری ہے) پھر اس نے چاندی کی انگوٹھی پہنی تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر کچھ نہ فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ چاندی کی انگوٹھی جائز ہے امام عینی نے ابو ریحانہ کی حدیث کا جواب دیا ہے کہ ابو ریحانہ والی حدیث کی نہی وجوب پر نہیں بلکہ اولویت پر ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔

اَنَّ الْحَمْلَ بِہٖ لَا عَلٰی طَرِیْقِ الْوُجُوْبِ بَلْ عَلَی الْاَوْلَوِیَّتِ وَتَرْکُہٗ اَوْلٰی بِغَیْرِ ذِیْ سُلْطَانٍ لِاَنَّہٗ نَوْعٌ مِنَ التَّزَیُّنِ وَالْاَلْیَقُ بِالرِّجَالِ خِلَافُہٗ۔ (مصنف کا یہ الزامی اعتراض نَھٰی عَنِ الْخِضَابِ الْاَسْوَدِ دیکھ) ہے۔ ترجمہ۔ بادشاہ اور حاکم کے علاوہ کسی اور شخص کو پہننا فقط فیشن ہے اور مردوں کو فیشن سے بچنا لائق ہے۔ ثابت ہوا کہ حرام یا مکروہ نہیں لہٰذا مصنف صاحب کا یہ اعتراض کہ انگوٹھی سے منع کے باوجود آپ سب لوگ کیوں پہنتے

ہو۔ غلط اور ناسمجھی کی بنا پر ہے علمی مطالعے کی کمی سے اکثر ایسی غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں ہاں یہ سوال کہ کالے خضاب کی ممانعت والی حدیث سے حرمت ثابت اور انگوٹھی والی ممانعت سے اولویت ثابت یہ کیا وجہ۔ تو خیال رہے کہ دین اسلام کے تمام مسائل احکام وقانون جن کا ماخذ صرف قرآن وحدیث ہے۔ وہ دس قسم کے ہیں ۱ جائز ۲ واجب ۳ فرض ۴ مستحب ۵ اَولیٰ ۶ ناجائز ۷ مکروہ تحریمی (اس کو حرام ظنی بھی کہا جاتا ہے) ۸ مکروہ تنزیہی ۹ حرام قطعی ۱۰ ترکِ اولیٰ۔ مگر یہ الفاظ والقاب آیت یا احادیث سے ثابت نہیں یہ القاب فقہاءِ کرام نے خود مقرر کیے ہیں۔ یعنی فقہاء کرام نے آیات واحادیث سے استنباط فرما کر کسی کام کو فرض کسی کو واجب کسی کو مستحب کسی کو اولیٰ کا نام دیدیا۔ اسی طرح ممانعت کی آیات واحادیث سے فقہا نے اِستنباط کر کے کسی کو ناجائز کسی کو مکروہ کسی کو حرام کہدیا۔ اس کی تفصیل ایک علیحدہ کام ہے یہاں صرف اتنا سمجھ لو کہ جس عمل پر ممانعت کے ساتھ جھڑک اور شِدّت والی وعید بھی آجائے فقہاءِ عظام کے نزدیک وہ کام حرام ہوتا ہے تو چونکہ کالے خضاب کی ممانعت کے ساتھ سخت جھڑک اور عذاب شدید کی وعید بھی ہے اس لیے جمہور یعنی تمام فقہا علماء مشائخ خاص کر آئمہ اربعہ نے کالے خضاب کو تا قیامت ہر عمر والے ہر قسم کے بالوں کے لیے متفقہ طور پر حرام قرار دیا۔ جنہوں نے مکروہ فرمایا ان کا منشاء بھی مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی ہی کا دوسرا نام حرام ظنی ہے۔ ہاں انفرادی طور پر کسی کا خضابِ سیاہ کو جائز کہہ دینا یا لگانے لگوانے کا فیشن کرنا فرقہ بازی وتخریب کاری ہے ایسے تخریب کار ہر دور میں ہوتے رہتے ہیں اور جھوٹی بناوٹی عبارتوں روایتوں کا سہارا پکڑتے رہتے ہیں ہمارے مصنف صاحب بھی ایسے ہی لوگوں کی عبارتوں سے دھوکا کھا گئے۔ (بائیسویں غلطی) کتابچی کے صـ ۳ پر ہی۔ اس روایت پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ مَنْ خَضَبَ بِالسَّوَادِ سَوَّدَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اور اس کی وجہ یہ کہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ سَنَدُہٗ لَیِّنٌ (جواب) علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ یا جمع الوسائل کا بس صرف اتنا کہدینا کسی حدیث کو ضعیف نہیں کرتا۔ دو وجہ سے۔ پہلی یہ کہ یہ حضرات صرف شارح

ہیں محدّث نہیں علم اصولِ حدیث کے مطابق احادیث میں صرف محدّث کی جرح وتنقیص وتقسیم معتبر ہوتی ہے نہ کہ غیر محدّث کی کیونکہ محدّث کی نگاہ اسماءُ الرّجال پر ہوتی ہے لہٰذا علامہ عسقلانی یا مُلّا علی قاری کا اتنا سا جملہ بولدینا۔ بالکل نا مقبول ہے دوم یہ کہ لیّن ہونے کی وجہ بتانی ضروری ہے کیونکہ اُصولِ حدیث میں لین کی پانچ قسمیں ہیں ۱۔ لین فی الرّاوی ۲۔ لین فی اسم راوی ۳۔ لین فی الفاظ متن ۵۔ لین فی بیان حدیث۔ یعنی حدیث کس طرح پہنچی۔ حَدَّثَنَا سے یا اَخبَرَنَا سے۔ نِی سے یا اَنَا سے اَخبَرنی یا حَدَّثنی یا حَ وحدّثنا یعنی تحویل سے۔ ان میں پہلی قسم روایت کو صرف نرم کرتی ہے ضعیف وہ بھی نہیں کرتی اور باقی چار قسمیں کوئی فرق نہیں ڈالتیں اُن سے حدیث پر کچھ فرق نہیں پڑتا۔ مگر مصنّف صاحب نے جھٹ سے حدیث پاک ضعیف کہدیا اس سے ان کا اپنا لیّنُ ہونا ثابت ہوگیا۔ عسقلانی علیہ الرحمۃ کو بتانا چاہیئے تھا کہ کیوں لیّن ہے۔ دیکھئے حقانیت تو یہ ہے کہ عسقلانی علیہ الرحمۃ نے فقط لین کہا ضعیف انہوں نے بھی نہ کہا۔ یہ ضعیف ضعیف کی رٹ لگانا مصنف کی اپنی بناوٹی لغزش ہے۔ ذتیئیسویں غلطی کتابچی کے صفحہ ۳۷ پر مشکوٰۃ شریف کی ایک روایت لکھ کر اُس پر ایک اِلزامی سوال قائم کرتے ہیں اور آخر میں وہی تکیۂ کلام کہ۔ فَمَا جَوَابُکم فَھُوَ جَوَابُنَا۔ یعنی ہم کو اس سوالِ خود کردہ کا جواب نہیں آتا تم جواب دو۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ جو جواب تم دو گے ہم اسی کو اپنا جواب بنا لینے گے اور تمہارے جواب سے متفق ہو جائیں گے چنانچہ لکھتے ہیں۔ حضرات اَسماء بنتِ یزید سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَیُّمَا امْرَأَةٍ تَقَلَّدَتْ قِلَادَةً مِنْ ذَهَبٍ تُقَلِّدَتْ فِي عُنُقِهَا مِثْلَهَا مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَيُّمَا امْرَأَةٍ جَعَلَتْ فِي اُذُنِهَا خُرْصًا مِنْ ذَهَبٍ جَعَلَ اللّٰهُ فِي اُذُنِهَا مِثْلَهٗ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (مشکوٰۃ) ترجمہ۔ کہ جو عورت سونے کا ہار پہنے گی قیامت کے دن اُس کی گردن میں اس طرح کا آگ کا ہار پہنایا جائے گا اور جو عورت اپنے کانوں میں سونے کی بالی پہنے گی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُس کے کانوں میں اس طرح کی آگ کی بالی ڈالے گا۔ اس حدیث میں سونے کے ہار اور بالیوں کی ممانعت وعیدِ سخت کے ساتھ ہے اِس کے باوجود آپ کے گھروں میں سونے کے زیورات

پہنتے بھی جاتے ہیں اور آپ اس کے جواز کے بھی قائل ہیں ایسا کیوں ہے۔ مصنف صاحب کہنا یہ چاہتے ہیں کہ خضابِ سیاہ پر اگر سخت وعید کے ساتھ ممانعت آجائے تو آپ لوگ اس کو ناجائز و حرام کہہ دیتے ہو۔ مگر یہاں ممانعت اور وعید شدید کے باوجود یہ سونے کا زیور جائز رہا۔ یہ فرق کیوں اس کا جواب کیا (جواب) مصنف صاحب اپنے کالے نظریئے کو بچانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہوئے ہر جائز ناجائز مفید وغیر مفید حربہ استعمال کر رہے ہیں مگر بات پھر بھی نہیں بنتی۔ ایسی آسان اور واضح حدیث پاک میں بلاوجہ اُلجھاؤ اور الزامی سوال پیدا کر رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ دنیا میں اس سوال کا جواب کسی کے پاس نہیں مگر اہل عقل جانتے ہیں کہ یہ سوال نہیں بلکہ بچگانہ ضد ہے اور اس طرح کی ضدوں سے اپنا فائدہ کبھی نہیں ہوتا۔ بلکہ مسلمانوں کو اَحادیثِ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکوک وشبہات میں ڈالا جا رہا ہے اور منکرینِ حدیث کو اَحادیث کی گستاخی کرنے کا موقعہ فراہم کیا جا رہا ہے۔ مصنف کی ان حرکات سے تاثر یہ لیا جائے گا۔ کہ معاذ اللہ آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات میں تضاد بیانیاں ہیں۔ سوچنے والا کیا سوچے گا کہ اسی مشکوٰۃ کے ص۳۷۵ کتابُ اللّباس میں ہے عَنْ اَبِیْ مُوسیٰ الْاَشْعَرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہ علیہ وسلم قَالَ اُحِلَّ الذَّھَبُ وَالْحَرِیْرُ لِلْاُنَاثِ مِنْ اُمَّتِیْ وَحُرِّمَ عَلٰی ذُکُوْرِھَا۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیْ وَالنَّسَائِیْ وَقَالَ التِّرْمِذِیْ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔ ترجمہ۔ ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ آقاءِ کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی تمام عورتوں کے لیے سونا اور ریشم پہننا حلال کیا گیا ہے اور مردوں کے لیے حرام کیا گیا ہے۔ اس حدیث پاک کو دیکھ کر مسلمان عورتیں ہر قسم کا سونا ہار بُندے بالیاں پہنتی ہیں ہر مسلمان کے گھر میں اور ساتھ ہی اسی مشکوٰۃ کے تین صفحہ بعد ص۳۷۹ پر مصنف کی نقل کردہ یہ حدیث ہے پس اگر ہر مسلمان کی کم عقلی اور نافہمی مصنف صاحب کی طرح ہو تو اسلام میں مصیبت پڑ جائے۔ کاش مصنف کسی دینی مدرسے میں پڑھ لیتے تو اس طرح کی اُلجھنوں میں نہ پڑتے یہ حدیث پاک صاحبِ مشکوٰۃ نے مصابیح کی نقل کرتے ہوئے

کتاب اللباس باب الخاتم کے صہ ۳۷۹ پر لکھ ڈالی اس لیے مصنف صاحب کو اس الجھانے بیوقوف بنانے کا موقعہ مل گیا۔ حقیقت میں یہ حدیث پاک کتاب الزکوٰۃ کی ہے اور اس طرح کی سخت وعید والی بہت سی احادیث وہاں مشکوٰۃ شریف نے درج کی ہیں۔ حدیث میں فرمایا جا رہا ہے کہ اَیُّمَا امْرَأَۃٍ (الخ) یعنی جو مسلمان عورت اپنے استعمال زیور کی زکوٰۃ نہ دے گی تو اسی زیور (ہار بندے بالیوں) کی شکل قیامت کے دن آگ کے بندے بالیں اور ہار پہنائے جائیں گے۔ اسی طرح کی دوسری حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الزکوٰۃ صہ ۱۶۱ پر ان الفاظ سے ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ اَنَّ امْرَأَتَیْنِ اَتَتَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم وَفِیْ اَیْدِیْھِمَا سِوَارَانِ مِنْ ذَھَبٍ فَقَالَ لَھُمَا تُؤَدِّیَانِ زَکٰوتَہٗ قَالَتَا لَا فَقَالَ لَھُمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم اَتُحِبَّانِ اَنْ یُّسَوِّرَکُمَا اللّٰہُ بِسِوَارَیْنِ مِنْ نَارٍ قَالَتَا لَا۔ قَالَ فَاَدِّیَا زَکٰوتَہٗ۔ ترجمہ۔ دو عورتیں بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئیں ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم نے ان کی زکوٰۃ نکالی ہے عرض کیا نہیں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تم پسند کرتی ہو کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں میں آگ کے کنگن پہنائے ان دونوں عورتوں نے (گھبرا کر ڈر کر) عرض کیا کہ نہیں۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر ان کی زکوٰۃ ادا کر دیا کرو۔ یقیناً یہ کنگن آٹھ تولے کے ہوں گے۔ اس حدیث پاک نے مشکوٰۃ کی اس بعد والی حدیث کی شرح کر دی یعنی یہ وعید زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے ہے اور وہ زیور جس کی زکوٰۃ نہ دی جائے وہ عورت کو پہننا حرام ہے۔ مصنف صاحب نے سوال کیا ہے کہ اس ممانعت کے باوجود آپ کے گھروں میں زیور کیوں پہنا جاتا ہے تو جواب صاف ظاہر ہے کہ ایسا زیور کوئی مسلمان متقی نہیں پہنتا اور مسلمان اس کو تا قیامت حرام سمجھتے رہیں گے۔ اس لیے کہ یہ قانون شریعت ہم نے پہلے بیان کر دیا کہ جس چیز پر وعید شدید وارد ہو گی۔ وہ چیز اور اس کا استعمال حرام ہو جاتا ہے خواہ وہ سونے کا زیور ہو یا کالا خضاب دونوں حرام۔ اس حدیث پاک میں صرف سونے کا ذکر کیا گیا ہے

چاندی کا ذکر نہیں کیونکہ چاندی کا زیور اگرچہ پورے جسم کا بنا لیا جائے چاندی کے نصاب تک نہیں پہنچتا کہ چاندی کا نصاب ۵۲½ تولے ہے جو آدھے کلو سے زیادہ بن جاتا ہے چاندی کے کسی زیور میں اتنی چاندی استعمال نہیں ہوسکتی نہ کوئی عورت اتنا بوجھ پہننا برداشت کرتی ہے۔ خیال رہے کہ امام اعظم کے نزدیک استعمالی زیور میں زکوٰۃ فرض ہے امام اعظم نے اپنے اس مسلک میں آٹھ حدیثیں پیش فرمائی جن میں یہ اسماء بنت یزید والی حدیث بھی شامل ہے۔ کتاب الدرایہ نے ان احادیث کو کتاب الزکوٰۃ میں نقل فرمایا ہے امام اعظم اور امام محمد نے بھی کتاب الزکوٰۃ میں اس کو لکھا۔ لیکن امام شافعی امام احمد بن حنبل کے مسلک میں استعمالی زیور پر زکوٰۃ نہیں وہ ان آٹھ حدیثوں سے دلیل نہیں لیتے کیونکہ اُن کے زمانے تک ان احادیث کے راویوں میں ضعف آگیا تھا۔ اور ضعیف راوی سند میں شامل ہوگئے تھے جس کی وجہ سے ان ائمہ ثلاثہ کو یہ احادیث ضعیف ہو کر ملیں۔ فقط اسی وجہ سے انہوں نے استعمالی زیور پر زکوٰۃ فرض نہ جانی۔ یہ ائمہ استعمالی سونے کو استعمالی کپڑوں پر قیاس کرتے ہیں۔ مگر غلط قیاس کرتے ہیں۔ کو یہ قیاس نہایت کمزور ہے۔ یا ان کے پاس پانچ صحابہ کے ذاتی فعل کی اور قول وعمل کی روایتیں ہیں جیسا کہ درایہ نے ذکر فرمایا۔ بہر کیف ان ائمہ کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول مبارک نہیں جس میں اس زکوٰۃ کی معافی کا ذکر ہو۔ لیکن امام اعظم کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ مقدس کی مریحی آٹھ احادیثِ صحیحہ موجود ہیں امام کا اُن سے دلیل لینا اس بات کی سند ہے کہ امام اعظم کے زمانے تک اس میں کوئی ضعیف راوی نہ تھا۔ ہوسکتا ہے امام اعظم نے خود صحابہ کرام سے یہ احادیث سنی ہوں کیونکہ ائمہ اربعہ میں صرف امام اعظم ہی تابعی ہیں۔ بہرحال صحیح اور مضبوط یہ ہی مسلک ہے کہ گھریلو استعمالی سونے کے زیور پر زکوٰۃ فرض ہے۔ ہدایہ شریف میں عبارت اس طرح ہے۔ جلد اول صہ ۱۵۴ پر ہے۔ قَالَ وَفِي تِبْرِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَحُلِيِّهِمَا وَاٰوَانِيْهِمَا الزَّكٰوةُ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا تَجِبُ فِي الْحُلِيِّ النِّسَاءِ۔ اور بین السطور میں ہے۔ وَبِهٖ قَالَ اَحْمَدُ وَمَالِكٌ۔ ترجمہ۔ فرمایا کہ سونے اور چاندی کے ٹکڑوں میں اور ان کے زیور اور برتنوں میں زکوٰۃ فرض ہے لیکن

امام شافعی امام مالک و احمد بن حنبل نے فرمایا کہ عورتوں کے زیور پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ جیسا کہ استعمالی کپڑوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ امام اعظم فرماتے ہیں کہ سونا چاندی ہر حال میں مالِ متقوّم اور نامی یعنی بڑھنے والا ہے۔ اور مالِ نامی پر زکوٰۃ فرض ہے۔ نیز آٹھ احادیث سے بھی فرمانِ شریعت وافیح فرضیت کا ثبوت موجود ہے اُن ہی آٹھ میں یہ مصنف صاحب کی پیش کردہ حدیث پاک ہے جس کی وعید شدید غیر زکوٰتی زیور کے پہننے استعمال کرنے کی حرمت بتا رہی ہے اسی طرح وعید شدید کی وجہ سے کالا خضاب حرام ہوا۔ (چوبیسویں غلطی) اس کتابچی کے ص۳۷ پر ہی شرح نووی سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک فرمان نقل کرتے ہیں۔ کہ آپ نے لشکرِ اسلام کے سپاہ سالار حضرت عتبہؓ بن فرقد کو آذربائیجان میں خط لکھا کہ تم چادر اور تہبند پہنو موزے اور سلواروں کا پہننا چھوڑ دو اپنے باپ اسماعیل علیہ السّلام کا لباس اپنے اوپر لازم کرلو خبردار عیش وعشرت سے بچو۔ اور لکھا کہ مالِ غنیمت کو سب مسلمانوں کی ضروریات کے لیے بلا تخصیص خرچ کرو اور اپنے عیش وعشرت سے بچو۔ یہ مال سب مسلمانوں کا ہے نہ کہ فقط تمہارا (از شرح نووی جلد ۲ ص۱۹۱) اس کے بعد ص۳۸ پر اس پر الزامی سوال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کیوں جناب مشتہر صاحب فرمائیے اب کیا خیال ہے موزے اور سلوار کو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ منع فرما رہے ہیں۔ آپ کیوں پہنتے ہیں اور پہننے کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ یہاں بھی مصنف مرحوم نے تحریری وعدہ کیا ہے کہ۔ فَمَا جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔ کاش مصنف صاحب زندہ رہتے اور اس وعدے پر قائم رہتے۔ خیر کسی کو تو انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے اس جواب سے ہدایت مل ہی جائے گی۔ جواب۔ اَسْتَغْفِرُ اللہ۔ اَسْتَغْفِرُ اللہ۔ سچ بات یہ ہے کہ میں اس کتاب سے پہلے حضرت علامہ کو اہل سنت کا بہت بڑا عالم اور محقق سمجھتا تھا اگرچہ بجز چند تاریخی اور واعظین کی کتابوں کے ان کی کوئی علمی محققانہ تصنیف میری نظر سے نہیں گزری تھی۔ مگر اس کتاب کو دیکھ کر مجھ کو بہت مایوسی ہوئی کہ یا اللہ اہل سنت کی قسمت میں ایسے کمزور اور نقصان دِہ قلم رہ گئے ہیں فاروق اعظم کا یہ فرمان نہ تو کسی چیز کو حلال و حرام کرنے کے لیے ہے۔ اور نہ دائمی

تاقیامت۔ اور نہ فاروقِ اعظم کسی چیز کو حلال یا حرام کر سکتے ہیں۔ بلکہ نہ صدیق اکبر نہ عثمان غنی نہ مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نہ کوئی صحابی نہ تابعی۔ تبع تابعی نہ امام اعظم ابو حنیفہ نہ مالک نہ احمد بن حنبل نہ شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ غرض کہ تاقیامت کوئی عالم فقیہ مجتہد نہ کسی چیز کو حرام کر سکتا ہے نہ حلال اسی لیے ان کے فرمودات میں وعید یا وعیدِ شدید نہیں ہو سکتی۔ خیال رہے کہ وعید یا وعیدِ شدید صرف عذابِ الٰہی یا قہر و ناراضگی رب تعالیٰ کو کہا جاتا ہے خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں اور وہ صرف انبیا علیہم السلام ہی بتا سکتے ہیں۔ کیونکہ حرام و حلال کرنا صرف اللہ تعالیٰ اور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے۔ ائمۂ اربعہ علیہم الرحمۃ تو فقط حدیث و قرآن کے استنباط سے حلت و حرمت ثابت اور ظاہر کر سکتے اور کرتے ہیں فاروقِ اعظم تو اس فرمانِ شاہی کے ذریعے صرف مجاہدین کو عیش و عشرت اور زینت و فیشن سے بچنے بچانے کی تلقین فرما رہے ہیں تاکہ دنیوی لذات میں پھنس کر مسلمان جہاد اور عبادات ریاضات میں کمزور کسل مند اور غافل نہ ہو جائیں۔ اس فرمان کے بعد بھی کسی مجاہد پر سلوار اور موزے حرام یا ناجائز یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی نہ ہوئے تھے نہ کسی صحابی وغیرہ کا قلمی لسانی تحریری و تقریری فرمان شریعت سازی کی جرأت کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی صحابی کے مسئلے بتانے پر دوسرے صحابہ اُن سے اس مسئلہ پر حدیث و قرآن کے دلائل پوچھا کرتے تھے۔ اگر مسئلہ بتانے والے صحابی پاک اُس کی دلیل نہ پیش کر سکتے یا اُن صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استنباط یا استدلال کمزور ہوتا تو دیگر صحابہ اُس مسئلے کو تسلیم نہ فرماتے۔ اس کی مثالیں کتب احادیث و فقہ میں بہت ہیں۔ اسی طرح فاروق اعظم نے بھی اپنے قلم سے کسی مسلمان پر کسی چیز کو کبھی حرام یا حلال نہ فرمایا۔ مصنف صاحب کی یہ پیش کردہ تحریر بھی ایک خاص موقعہ اور جنگی حالات کے پیشِ نظر دنیوی زینتوں سے بچانا مقصود ہے وہ بھی وقتی طور پر۔ ورنہ حقیقت ہے کہ مسلمان مرد عورت پر نہ شرعی جواز والی لذتیں حرام نہ زینتیں بلکہ قرآن و حدیث میں تو لذت و زینت کا مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ (پارہ ۸ سورہ ۷ آیت ۳۱) اور مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۷ پر ہے۔

باب اللباس۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اَنْ یُّرٰی اَثَرُ نِعْمَتِہٖ عَلٰی عَبْدِہٖ۔ رواہ الترمذی۔ ترجمہ۔ آیت پاک کا اے مسلمانوں اپنی زینت خوب کرو مسجدوں کے پاس۔ یعنی جب مسجد میں آنے لگو تو اپنے اپنے جسم ولباس کو خوب مزین کرو۔ (خوشبو۔ طہارت اور صفائی خوب صورتی وغیرہ سے) ترجمہ حدیث پاک کا۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رب تعالیٰ یہ بات بہت پسند فرماتا ہے کہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کو بندہ خوب اور ہر وقت استعمال کرے اور ہر وقت اس کے جسم پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اثر ہو۔ اللہ تعالیٰ کو فقیر بنا رہنا۔ گندہ مندہ ہونا پسند نہیں۔ بھلا فاروق اعظم اللہ رسول کے اس فرمان کے خلاف کس طرح لکھ سکتے تھے فاروق اعظم کا فرمان مال غنیمت کے بارے میں ہے یعنی اے فوج کے افسر ومجاہدین کے مشترکہ غیر تقسیم شدہ مال میں سے صرف کم سے کم ضروریات پوری کرو اور تمام فوجیوں کی ضروریات پر ایک جیسا خرچ کرو۔ اپنے لیے مہنگی شلواریں اور موزے مت خریدو نہ پہنو۔ نہ دنیا کی عیاشیوں کے خوگر بنو۔ اس طرح کے وقتی اور خصوصی احکام تو احادیث نبوی سے بھی ثابت ہیں۔ چنانچہ۔ عمدۃ القاری شرح بخاری امام بدر الدین رح عینی۔ اسی ترک زینت کے خصوصی حکم کے لیے جلد ۲۲ صفحہ ۳۰ پر لکھتے ہیں۔ کَمَا کَانَ یَنْھِیْ اَھْلَہٗ عَنِ الْحِلْیَۃِ مَعَ اَنَّھَا کَانَتْ مُبَاحَۃً لِلنِّسَاءِ۔ ترجمہ۔ آقائے کائنات نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اہل یعنی ازواج پاک کو زیور پہننے اور رکھنے بنانے سے منع فرمایا کرتے تھے حالانکہ (خود آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ہی) تمام مسلمان عورتوں کے لیے تا قیامت سونے چاندی کا زیور حلال ہے۔ اس فرمان سے بھی ازواج مطہرات پر زیور حرام نہ ہوا تھا نہ مکروہ تحریمی یا تنزیہی۔ کیونکہ اس کَانَ یَنْھِیْ اَھْلَہٗ کی ممانعت میں کسی قسم کی وعید نہیں تھی حرمت صرف اس ممانعت سے آتی ہے جس میں ممانعت کے ساتھ وعید شدید بھی ہو۔ جیسا کہ کالے خضاب میں وعید بھی ہے۔ ثابت ہوا کہ اس قسم کی ہنگامی خصوصی ممانعتیں۔ قانون شرعی نہیں بن جاتیں نہ دوسروں کے

کے لیے ممانعت ہوتی ہے مگر مصنف کو ان باتوں اور فقہی و اصولی احکام کی سمجھ نہیں
ہماری اس شرح کے بعد مصنف صاحب کا یہ سوال کہ تم اب کیوں موزے اور شلواریں
پہنتے ہو کتنا بھونڈا اور بے موقعہ لگتا ہے (چھبیسویں غلطی) صفحہ ۳۹ پر لکھتے ہیں
کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نَھَیٰ
اَنْ یَّشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا۔ (مسلم شریف) ترجمہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے مرد کو کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا۔ ۲۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت
ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا یَشْرَبَنَّ اَحَدٌ مِّنْکُمْ قَائِمًا فَمَنْ
نَسِیَ مِنْکُمْ فَلْیَسْتَقِئْ۔ ترجمہ۔ تم میں کوئی کھڑے ہو کر ہرگز نہ پیئے جو بھول کر
کھڑے کھڑے پانی پی لے وہ قے کر دے۔ ان دو روایت کو لکھ کر پھر اپنا الزامی
سوال کرتے ہیں۔ اور چار بزرگوں کے حوالے پیش کرتے ہیں ۱۔ حضرت حکیم الامت
بدایونی کی مراۃ شرح مشکوٰۃ سے ۲۔ امام بدرالدین عینی کی عمدۃ القاری شرح بخاری
سے ۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح کی اشعت اللمعات ص۵۵۸ سے ۴۔ اعلیحضرت
امام اہل سنت بریلوی کے فتاویٰ رضویہ ص۴۵۱ سے۔ کہ چاروں بزرگ بیٹھ کر پینے
کو صرف مستحب فرماتے ہیں اور کھڑے ہو کر پینے والی ممانعت نبوی کو تنزیہی کہتے
ہیں حالانکہ ترک مستحب اور تنزیہی کام کو کر لینا گناہ نہیں ہے اور کھڑے ہو کر
پینے والا گناہگار نہیں ہوتا۔ صفحہ ۴۲ پر سوال الزامی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ تو
سوال یہ ہے کہ ایسی صریح اور شدید ممانعت کی خلاف ورزی کرنے والا گنہگار
کیوں نہیں ہوتا۔ (جواب) یہاں بھی حضرت علامہ کو الجھن صرف اس لیے ہے
کہ اصول فقہ کے قواعد وضوابط حضرت کو یاد نہیں رہے بلکہ مندرجہ بالا چار بزرگوں
نے حدیث ممانعت کے باوجود کھڑے ہو کر پینے کو حرام نہ فرمایا مگر وہ تنزیہی فرمایا
اور بیٹھ کر پینے کو مستحب فرمایا۔ انہوں نے احادیث پاک کو صحیح سمجھا اور اصول فقہ
کے مطابق ان احادیث کی شرح اور وضاحت فرمائی۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ ممانعت
کس قسم کی ہے۔ مگر مصنف صاحب اس ممانعت کو کالے خضاب جیسی ممانعت
سمجھ رہے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط کم فہمی ہے۔ جمہور علما نے کالے خضاب کی
ممانعت والی احادیث کو دیکھ سمجھ کر حرمت خضاب اسود کا فتویٰ صادر فرمایا مگر

اُن ہی جمہور علماء نے کھڑے ہو کر پینے والی ممانعت کو دیکھ کر کھڑے پینے کو مکروہ تنزیہی اور بیٹھ کر پینے کو مستحب فرمایا۔ ان علمی باریکیوں کو مصنف مرحوم نہ سمجھ سکے اور بے سوچے سمجھے قلم لے کر دوڑ پڑے حالانکہ بات بالکل صاف و آسان ہے کہ کالے خضاب پر وعید شدید ہے کیونکہ یہ خضاب سراسر دھوکہ دینا ہے اور دھوکہ کسی کے حقوق النفس پر ڈاکہ ڈالنا ہے۔ مگر کھڑے پینے کی حدیث ممانعت میں نہ وعید ہے نہ وعیدِ شدید نہ زجر نہ توبیخ۔ رہا قے کرنے کا معاملہ تو اُس کی چند وجہ ہو سکتی ہیں نیز قے کرنا وعید نہیں۔ اس کو سمجھنے کے لیے یہ بات ذھن میں رکھنی چاہیئے کہ آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صرف نبی اور رسول ہی نہیں بلکہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پوری امت تا قیامت کے لیے ہزاروں والدین سے بڑھ کر مربی اور شافیٔ اُمراض وحکیم وطبیب بھی ہیں آپ کے بہت احکام بلکہ حقوق النفس و الے تقریباً سارے ہی احکام طبی جسمانی لحاظ سے فقط مربیانہ ہیں۔ مثلاً رات کو چراغ جلتا چھوڑ کر مت سوؤ نمبر۲ برتن کھانے پینے والی چیزوں کے کھلے مت چھوڑا کرو نمبر۳ زیادہ گرم چیز مت کھایا کرو۔ کھڑے ہو کر پیشاب مت کرو وغیرہ وغیرہ اس طرح بہت سی ممانعتیں احادیث میں وارد ہیں مگر کسی پر وعید نہیں کیونکہ ان منہیات کا تعلق صرف جسمانی وطبی حقوق النفس سے ہے اور ان ممنوعہ کاموں سے بندے کو طبی اعتبار سے نقصان ہے۔ اس طرح کھڑے ہو کر کھانا پینا طبی لحاظ سے نقصان دہ ہے لہٰذا فرمایا کہ اگر بھول کر کھڑے کبھی پی لو تو قے کر دو یعنی بہتر ہے کہ قے کر دو۔ اِس قے میں طبی فائدے ہیں۔ اور کیا کیا فائدے ہیں اُن کو وہی مولائے کُل دانائے سُبُل ختم الرُسل صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کی بھی نہی میں کوئی وعید نہیں کرتے نہ کرتے میں بھی ذاتی نفع نقصان اور ذاتی اختیار رہے۔ اب یقیناً جواب سمجھ آجائے گا اور فھو جوابنا کا وعدہ پورا ہوگا وہ نہیں تو اُن کے پس ماندگان لواحقین و معتقدین کو یہ وعدہ بھی نبھاتے ہوئے آئندہ ایسی غلط کتاب چھاپنے چھپوانے سے گریز کرنا چاہیئے اور کالے خضاب لگانے کو حرام جاننا چاہیئے۔ ورنہ سراسر نافرمانی اسلام ہے۔ اور جہنم کی راہ۔ والعیاذ باللہ، کم از کم لوگوں کی نمازیں بچانے کے لیے ائمہ مساجد کو

تو کالا خضاب نہ لگانی چاہئے۔ چھبیسویں غلطی، مصنف مرحوم اپنی کتابچی کے صفحہ ۴۲ سے ۴۶ تک دراز عبارت میں اعلحضرت بریلوی کے فتاویٰ رضویہ ص ۲۲۴ و ص ۲۲۵ و ص ۲۲۷ پر دراز عبارت سے ایک اور الزامی سوال تراشتے ہیں۔ اوّلاً تارک نماز کو کافر کرنے کی ناجائز کوشش کرتے ہیں پھر اپنے گمان میں اس کو کافر کرنے کے بعد الزامی سوال پیدا کر دیتے ہیں۔ ایسے اہل قلم بھی قیامت اور آخری زمانے کی نشانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آخری زمانے کی تمام خرابیوں سے مسلمانوں کو بچائے۔ آمین بجاہِ حبیبہ الامین صلی اللہ علیہ وسلم از ص ۴۲ تا ص ۴۶ پانچ صفحات پر مصنف نے اعلحضرت کے فتاویٰ سے چھ روایتیں اور دس قول۔ اور ایک آیت۔ اور اعلحضرت کی تین تشریحی عبارتیں اور پھر آخر میں اپنی تشریح سے سات چیزوں کو ثابت کیا اور اس کے آخر میں الزامی سوال درج کیا چنانچہ روایت ۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ کَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَرَوْنَ شَیْئًا مِنَ الْاَعْمَالِ تَرْکُهٗ کُفْرٌ غَیْرَ الصَّلٰوةِ ۲ عَنْ عَلِیٍّ مَنْ لَمْ یُصَلِّ فَهُوَ کَافِرٌ۔ ۳ عن عبد اللہ بن عَبَّاسٍ مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوةَ فَقَدْ کَفَرَ ۴ مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوةَ فَلَا دِیْنَ لَهٗ۔ ۵ لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا صَلٰوةَ لَهٗ ۶ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ علیہ وسلم اِنَّ تَارِکَ الصَّلٰوةِ کَافِرٌ ۷ آیتِ قرآن مجید۔ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ دس قول علما کے نقل کئے ۱ امام ایوب سختیانی ۲ ابن حزم ۳ حکم بن غنبہ ۴ ابو داؤد طیالسی ۵ ابوبکر بن ابی شیبہ ۶ زہیر بن حرب ۷ امام احمد بن حنبل ۸ عبد اللہ بن مبارک حنفی ۹ امام ابراہیم بن نخعی ۱۰ امام العلما حضرت معاذ بن جبل اعلحضرت کے تین قول ۱ صدرِ اوّل میں نماز مطلقاً ہر مسلمان کا شعارِ دائم تھی اب بعض لوگوں سے نمازیں چھوٹنے لگیں تو امارتِ مطلقہ و علامتِ فارقہ ہونے کی حالت نہ رہی۔ ۲ زمانہ سلفِ صالح خصوصاً صدرِ اوّل کے مناسب یہی حکم تھا اس زمانے میں ترکِ نماز علامتِ کفر تھا کہ واقع نہ ہوتا تھا مگر کافر سے جیسے اب زنّار باندھنا یا قشقہ لگانا علامتِ کفر ہے ۳ جب وہ زمانہ خیر گزر گیا اور لوگوں میں تہاون (سستی) آیا وہ علامت ہونا جاتا رہا اور اصل حکم نے عود کیا کہ ترکِ نماز فی نفسہٖ

کفر نہیں۔ مصنف کی اپنی تشریحی تحریریں۔ ۱ اعلیٰ حضرت کے ارشادات سے ثابت ہوا کہ صدہا صحابہ۔ تابعین، مجتہدین۔ أئمہ اسلام کا یہ ہی مذہب کہ تارکِ نماز کھلا کافر ۲ یہی بات متعدد احادیث سے منصوص اور قرآن کریم سے مستفاد ۳ اس وقت کے لحاظ سے یہی مذہب مناسب ۴ عہد نبوی وعہدِ صحابہ میں اس طرح علامت کفر تھا جس طرح اب ہمارے زمانے میں قشقہ (تلک لگانا)، یا زنار ۵ جب اسلام میں ضعف آیا اور سستی نے جگہ پائی تو اب اس کا ترک علامتِ کفر نہ رہا ۶ ترک نماز فی نفسہ کفر نہیں یہی مذہب ہمارے امام اعظم کا ہے ۷ اب ہمارے زمانے میں تارکِ نماز کو کافر یا مرتد کہنا خطا وخلافِ تحقیق ونا منصوص ہے۔ اور آخر میں اِلزامی سوال۔ تو اب کیا فرماتے ہیں سیاہ خضاب کو حرام کہنے والے مشتہر اینڈ کمپنی کہ ترک نماز عہد نبوی وصحابہ میں بالاتفاق علانیہ کفر تھا وہ اب سُستی کی وجہ سے کفر نہ رہا۔ یہ تھیں مصنف صاحب کی اتنی لمبی چوڑی ناسمجھی کی باتیں۔ جواب۔ نامعلوم مصنف صاحب کو فتاویٰ رضویہ کی یہ آسان اُردو تحریر کیوں سمجھ نہیں آئی جس کو ایک عام طالب علم آدمی بھی سمجھ لے اعلیٰحضرت مجدد بریلوی بار بار اتنے صاف انداز میں فرمارہے ہیں کہ ترکِ نماز کبھی کسی مسلمان کو کسی بھی دور میں کافر نہیں بناتا۔ کوئی مسلمان کسی نماز کو چھوڑ دینے سے کافر نہیں ہوتا۔ نہ صدرِ اوّل یعنی زمانۂ صحابہ وتابعین میں نہ سلف صالح میں نہ قرآن مجید سے یہ حکم مُستفاد نہ روایت ودرایت سے منصوص نہ ائمۂ اربعہ اِس کے قائل نہ کسی فقیہ بزرگ کا یہ مسلک۔ ترکِ نماز پہلے زمانوں میں صرف کفار یا مرتدین کی نشانی تھی۔ جیسے کہ اعلیٰحضرت کے زمانے تک آریہ ہندوں کی نشانی تھی کہ ریشم سے بنی زنار کی موٹی پیلے رنگ کی رسی گلے میں ڈالتے تھے اور مجوسی کافر پیٹی کی شکل کی سرخ پیٹی نمازُنار کمر پر باندھتے تھے۔ اس کو عربی میں زنار اُردو میں جینوا۔ ہندی میں جینو کہتے تھے۔ اسی طرح اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ ہندو کفار ماتھے پر قشقہ لگاتے ہیں۔ یعنی ہندو مرد وعورت ماتھے پر تلک لگاتے ہیں مختلف طرز پر یہ نشانی اب بھی موجود ہے مگر اب زنار کوئی نہیں باندھتا نہ گلے میں نہ کمر پر۔ اس طرح پہلے زمانوں میں کوئی مسلمان مرد یا عورت ترکِ نماز کا سوچ بھی نہ سکتا تھا ہر مسلمان پانچ وقت کی حاضریِ مسجد اتنی پابندی

سے کرتا تھا جیسے سورج طلوع وغروب کی پابندی اور لیل ونہار آنے جانے کی پابندی کرتے ہیں اور وقتِ مقررہ پر ہر مسلمان کی حاضری مسجد ایک عظیم الشان نشان وعلامت بن گئی تھی اِسی نشانی سے صرف وہی شخص علیحدہ ہوتا جو یا شروع کا کافر ہوتا یا مرتد ہو جاتا۔ وہ شخص نماز پڑھنا چھوڑ دیتا تھا گویا اُن وقتوں میں نماز پڑھنا مسلمان کی نشانی اور ترک نماز کفار اور مرتدین کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ نماز کا ترک کسی کو کافر نہ بناتا تھا بلکہ مرتد کافر بن کر اسلام سے علیحدہ ہو کر نماز چھوڑتا تھا اُس زمانے میں محلے کا اگر کوئی آدمی مسجد میں نہ آتا تو یہ پوچھنے کی ضرورت نہ تھی کہ یہ کافر ہے یا مسلمان بلکہ مسلمان لوگ خود بخود سمجھ جاتے تھے کہ یہ کافر ہے کیونکہ نماز ہی چوبیس گھنٹے کا ایک ایسا اسلامی عمل وعبادت ہے جو کفر و اسلام کی نشانی بن سکتی ہے بلکہ نماز کے دم سے مسجدیں ہیں اذانوں کی آوازیں ہیں۔ اور نماز صرف مرد و عورت کی ہی اسلامی نشانی نہیں بلکہ شہروں محلوں کی بھی نشانی ہے آج بھی ہندوستان اور دیگر مخلوط کفرستانوں میں یہی نشانی ہے کہ جس شہر اور محلے میں مسجد آباد تر و تازہ اور صاف ستھری نظر آئے تو سمجھ لیا جاتا ہے کہ یہ محلہ مسلمانوں کا ہے اگر وہاں مندر یا گرجہ گردوارہ آباد ملے تو سمجھ لیا جاتا ہے کہ یہ محلہ کفار کا ہے۔ اعلیٰحضرت بہت شفاف انداز آسان اردو صاف زبان نہایت عمدہ طریقے سے یا دلائل شفاف انداز میں یہی سمجھا رہے اور فتاویٰ رضویہ میں جتنی احادیث جمع کی گئیں اُن سب کا معنیٰ یہی ہے کہ ترکِ نماز کفر کی نشانی ہے نہ کہ کفر۔ مگر مصنف صاحب اتنے صاف انداز میں سمجھانے کے باوجود اُلٹا ہی سمجھتے ہوئے تارکِ نماز مسلمان کو کافر بنا رہے ہیں زنار اور قشقے کی مثال پر بھی غور نہیں کرتے اگر مرحوم مصنف زندہ ہوتے تو ہم اُن سے پوچھتے کہ محترم اگر کوئی مسلمان عورت کسی موقعے پر ماتھے پہ تلک یعنی قشقہ لگائے تو کیا وہ کافر ہو جائیں گی۔ ظاہر بات ہے صرف ماتھے پہ تلک لگانے سے کوئی مسلمان مرد یا عورت کافر نہ ہوگا کیونکہ یہ تلک کفر نہیں کفار کا نشان ہے بس اسی طرح ترکِ نماز کفر نہیں کفار کا نشان ہے یہی حضرت ابو ہریرہ مولیٰ علی۔ عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن مسعود کی روایت کا معنیٰ ہے

یہی آیتِ قرآنی کا مستفاد اور حدیثِ رسول اللہ کا منصوص ہے اور یہی مسلک ائمہ مجتہدین کا ہے۔ مصنف مرحوم سے پہلے ترکِ نماز کو کفر کہنے کا باطل مذہب اسلام کے سب سے کم عقل فرقہ معتزلہ نے بنایا۔ انہوں نے ہی اپنے بہت سے غلط عقیدوں میں یہ عقیدہ بھی شامل کیا کہ نماز چھوڑنا کافر بنا دیتا ہے وہ فرقہ اور اس کا نام ونشان دنیا سے مٹ گیا پھر اس کا جانشین وہابی نجدی فرقہ نکلا جن میں سے کچھ اپنے آپ کو حنبلی کہتے ہیں اور کچھ غیر مقلد اہلحدیث بنے پھرتے ہیں انہوں نے یہ بھی عقیدہ بنا لیا کہ تارک نماز مسلمان کافر ہو جاتا ہے۔ اور دھوکہ اُن ہی روایتوں و آیتوں سے دیا جاتا ہے جو مصنف صاحب نے فتاویٰ رضویہ سے نقل کیں۔ پس ترجمہ غلط کر کے اپنا مطلب نکال لیا۔ مثلاً اُن چھ روایتوں میں سے ایک روایت۔ اِنَّ تَارِکَ الصَّلٰوۃِ کَافِرٌ۔ یا مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ فَقَدْ کَفَرَ۔ معتزلی اور وہابی فرقے نے اس کا ترجمہ کیا۔ بے شک نماز کو چھوڑنے والا کافر ہو گیا۔ اور جس نے نماز کو چھوڑا وہ بے شک کافر ہو گیا۔ یہی ترجمہ مصنف نے کیا۔ حالانکہ یہ ترجمہ عربی لغت اور قواعد صرف و نحو کے اعتبار سے غلط ہے۔ عربی لغت میں ہو گیا کے لیے صَارَ فعل ناقصہ آتا ہے۔ اگر ترکِ نماز کسی مسلمان کو کافر بناتی تو عبارتِ حدیث اس طرح ہوتی۔ مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ فَقَدْ صَارَ کَافِرًا۔ یا۔ اِنَّ تَارِکَ الصَّلٰوۃِ صَارَ کَافِرًا۔ مگر کسی بھی حدیث پاک میں الفاظ ایسے نہیں ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ ترکِ نماز سے کوئی کافر نہیں بنتا۔ نہ اب نہ پہلے زمانوں میں یہ معتزلانہ ترجمہ بزرگوں میں سے کسی بزرگ نے بھی نہ کیا۔ صحیح ترجمہ یہ ہے۔ اِنَّ تَارِکَ الصَّلٰوۃِ کَافِرٌ۔ بے شک کافر شخص ہی نماز کا تارک ہوتا ہے۔ یا۔ مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ فَقَدْ کَفَرَ۔ جس نے نماز کو چھوڑا وہ تو پہلے سے کافر ہے۔ فَقَدْ کَفَرَ فعل ماضی قریب ہے اس لیے۔ فَقَدْ کَفَرَ۔ کا ترجمہ ہوگا وہ تو پہلے سے کافر ہے قَدْ کا معنیٰ ہے تو۔ یہ روایت آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے اَلفاظِ مقدسہ سے ہے یہ ہی فرمان دیگر اقوال کی سند و دلیل ہے اس لیے ان کا ترجمہ بھی ایسا ہی ہوگا کافر" اسم فاعل اس میں تینوں زمانے ہو سکتے ہیں اس لیے یہاں ماضی کے معنیٰ میں ہوگا۔ مصنف کی منقولہ پہلی روایت حضرت ابوہریرہ

کا فرمان ۔ کَانَ اَصْحَابُ النَّبِیِّ صَلَّی اللہ علیہ وسلم لَا یَرَوْنَ شَیْئًا (الخ) لَا یَدْرُوْنَ ۔ کا ترجمہ ہے نہیں سمجھتے تھے وہ ۔ یعنی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو شخص نماز نہ پڑھتا تھا صحابہ کرام سمجھ لیتے تھے یہ کوئی کافر شخص ہے ۔ اور ایسی کبھی نوبت نہ آئی کہ کوئی مسلمان صحابی یا تابعی نماز ترک کرتا ۔ بس کفار ہی نماز اور مسجد سے دور دور رہتے تھے ۔ اور مسلمان سمجھے جاتے تھے ۔ صرف نماز ہی ایک ایسا عمل تھا جو کسی اجنبی کا فرکی نشاندہی کرتا تھا ۔ یہ ہے تمام احادیث اور آیت کا معنیٰ مقصد اور یہی ہے صدہا صحابہ کرام وتابعین ومجتہدین وائمہ اسلام کا مذہب اور اعلحضرت کا مسلک کہ ترکِ نماز اُس زمانے میں کفر کی علامت تھی ۔ یعنی ترکِ نماز حکم کفر نہ تھا بلکہ نشانِ کفر تھا دونوں میں فرق یہ ہے کہ اگر عمل پہلے اور کفر اُس عمل کی وجہ سے ہو تو حکم کفر ہے لیکن اگر کفر پہلے ہو مگر ظاہر نہ ہو اور اُس عمل سے کفر کا اظہار ہو جائے تو وہ عمل نشانِ کفر ہے جیسے ہندوؤں کا تلک قشقہ سکھوں کی پگڑی جوڑا کڑا ۔ یہودیوں کی چھوٹی ٹوپی گول کپڑے کی یا اونچا کالا ہیٹ ۔ وہابیوں کا موجودہ دور میں سرخ نقطوں کا عربی سعودی رومال عیسائیوں کے سینے پر صلیب یا ٹائی ۔ خیال رہے کہ نشان دینی ہو یا دینوی ہر قوم میں کچھ ہوتا ہے ۔ اور زمانے کے بدلنے سے بدلتا بھی رہتا ہے ۔ مثلاً فوج کی ۔ پولیس کی وردی ۔ وکیلوں کا کالا کوٹ ہائی کوٹ کے وکلا کا کالا جُبّہ اور ججوں کا دھوکہ دینے والی سفید وگ یہ سب نشانات دینوی ہیں ۔ اور بدلتے رہتے ہیں پہلے پولیس وفوج کی وردی کچھ اور ہوتی تھی اب کچھ اور اسی طرح ہر قوم کے دینی نشانات بھی بدلتے رہتے ہیں ہندوں کا پہلے مذہبی نشان زنار تھی مگر اب نہیں ہے ۔ اس لیے مصنف کا الزامی سوال کہ ترکِ نماز پہلے کفر سمجھا جاتا تھا اب نہیں سمجھا جاتا ۔ آخر کیوں ۔ یہ سوال نادانی کی بنا پر ہے اور غلط ہے ترک نمازِ کفر نہیں علامتِ کفر سمجھا جاتا تھا اگر علانیہ کفر ہوتا تو یقیناً نہ بدلتا کیونکہ حکم شریعت نہیں بدلتا ۔ نشان وعلامات بدلتے رہتے ہیں ۔ تو چونکہ خضاب اَسْوَد بحکم شریعت حرام ہے اس لیے ہر جوان بوڑھے پورے سفید اور تھوڑے سفید ہر قسم کے بالوں پر تا قیامت حرام ہی رہنے گا بے شک مصنف ایڑی

چوٹی کا زور لگالیں جواز ثابت نہیں کر سکتے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل کسی بزرگ کا ذاتی عمل پیش کرنا بھی گستاخی ہے۔ (ستائیسویں غلطی) مصنف صاحب صفحہ ۳۸ پر لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالص سفید داڑھی دیکھ کر فرمایا کہ ان کی سفیدی کو بدل دو وَجَنِّبُوهُ السَّوَادَ۔ اور ان کو سیاہی سے بچاؤ امام عسقلانی لکھتے ہیں کہ اس کو یعنی ابو قحافہ کو سیاہی سے بچاؤ۔ بلاشبہ یہ اس کے حق میں ہے جس کے سر کے بال بالکل سفید ہو گئے ہوں اور یہ حکم ہر ایک کے حق میں درست اور جاری نہ ہوگا۔ نیز امام ابن حجر عسقلانی ابن شہاب زہری سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سیاہ خضاب کرتے تھے جب کہ چہرہ تروتازہ ہوتا تھا پھر جب چہرے پر جھریاں پڑ گئیں اور دانت ہلنے لگے تو اس کو چھوڑ دیا۔ آگے مصنف صاحب تشریح کرتے تھے جب کہ سیاہی نہ لگانے کا حکم حضرت ابو قحافہ کے متعلق فرمایا کہ ان کو سیاہی سے بچاؤ یہ حکم ان کے لیے تھا سب کے لیے نہیں جواب۔ مصنف صاحب نے امام عسقلانی کا نام لکھ کر یہ تاثر دینا چاہا ہے کہ یہ امام عسقلانی کا مسلک ہے حالانکہ امام ابن عسقلانی ان تمام اقوال کی تردید فرما رہے ہیں۔ اور کہنا یہ چاہتے ہیں کہ ابن شہاب زہری جیسے لوگ من پسند تشریحیں کرنے والے لوگ اُس زمانے میں بھی موجود تھے اسی قسم کے شرپسند و من پسند لوگوں نے ہی تو اسلام میں یہ اُلجھاؤ پیدا کر کے مسلمانوں کی عبادات کو برباد کیا اور مسلک پرستی سے اپنا انفرادی ڈیڑھ اینٹ کا مذہب بنا لیا امام حجر عسقلانی کا اپنا مسلک یہی ہے کہ ہر قسم کے بالوں پر سیاہ خضاب حرام جیسا کہ ہم ابھی آگے بیان کریں گے ابن شہاب جیسے لوگوں کے اقوال کو صریح احادیث کے مقابل لانا اور ترجیح دینا شریعت کی گستاخی ہے۔ ابن شہاب زہری کی یہ تقسیم اور بالوں کی یا عمر کی یہ تقسیم کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ حدیث پاک میں ہر قسم کے بالوں پر سیاہ لگانا حرام قرار دیا گیا جیسا کہ خود مصنف صاحب نے اس کتابچے کے صہ پر۔ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ حَمِّرُوْا وَصَفِّرُوْا۔ والی مسند احمد حنبل کے حوالے سے درج کی مگر وہاں چالاکی کرتے ہوئے اوپر اردو میں لکھ دیا (انصار کے بوڑھوں پر گزرے) حالانکہ مسند احمد میں یا عینی میں بوڑھے

کا لفظ نہیں ہے۔ اور اگر فرض کسی کتاب میں یہ لفظ ہو بھی تو وہ اُس کی ذاتی تشریح
وضاحت ہے اس لیے کہ خضاب کی ضرورت ہوتی ہی اُن بالوں کو ہے جو تمام
سفید ہوں کالے یا مخلوط بالوں کو تو خضاب کی ضرورت ہی نہیں ہوتی بلکہ مخلوط
(سفید و کالے) بالوں کو خضاب کرنے کی حدیث پاک میں ممانعت آئی ہے
جیساکہ ہم آگے ثابت کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہاں مصنف صاحب نے
ایک اور سخت غلطی بھی کی ہے کہ حدیث ابی قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تمام
معتبر کتبِ احادیث کے الفاظِ مشہورہ وصحیحہ۔ فَاجْتَنِبُوا السَّوادَ۔ کو چھوڑ کر ملاوٹ
شدہ الفاظ۔ جَنِّبُوا السَّوَادَ۔ کو اختیار کیا۔ حالانکہ حضرت ابی قحافہ کا یہ واقعہ
ایک ہی دفعہ ہوا۔ اور آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو دیکھ کر سیاہ خضاب
کی ممانعت کا فرمانا ایک ہی بار ثابت ہے۔ اس واقعے کو جب مسلم شریف جلد دوم
ص۱۹۹ اور ابو داؤد شریف جلد دوم ص۲۲۲ اور نسائی شریف دوم ص۲۳۷ نے لکھا
تو آخری الفاظ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ۔ باب افتعال کے فعل امر سے لکھا اور
بابِ افتعال لازم ہے نہ کہ متعدی۔ چنانچہ کتب نحو وعلماءِ نحو کے علاوہ ملا علی
قاری نے اپنی کتاب جمع الوسائل شرح شمائل میں بھی ص۹۱ پر لکھا کہ۔ اِدَّهَنَ مِنَ
الافتعالِ وَهُوَ لَازِمٌ۔ بِهٰذَا وَاجْتَنِبُوا۔ بھی لازم ہے اور لازم کا ترجمہ اس
طرح ہوگا۔ کہ اے مسلمانو بچو تم کالے خضاب سے۔ اس حدیث کے اس ہی امر
سے تمام شارحین محدثین فقہا علماء مشائخ نے کالے خضاب کے حرام ہونے کی
دلیل بنایا۔ چنانچہ امام نووی کی عبارت ہم نے پہلے بیان کر دی آپ نے اپنا
مذہب بیان کرتے ہوئے لکھا۔ وَالْمُخْتَارُ التَّحْرِيمُ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ وَهُوَ مَذْهَبُنَا۔ ترجمہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم
کے حدیثِ قحافہ میں وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ۔ فرمانے کی وجہ سے تمام فقہا کا
پسندیدہ واختیار کردہ مذہب یہی ہے کہ کالا خضاب حرام ہے اور یہی ہمارا
مذہب ہے۔ اسی طرح ابو داؤد جلد دوم ص۲۲۲ کے حاشیہ ۵ پر ہے۔
قَوْلُهُ اِجْتَنِبُوا السَّوَادَ۔ فِيهِ اَنَّ الْخِضَابَ بِالسَّوَادِ حَرَامٌ اَوْ مَكْرُوهٌ
وَسَيَجِيءُ فِيهِ اَحَادِيثُ اُخَرُ قَالَ فِي مَطَالِبِ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ

بَعْضُ الْعُلَمَاءِ إِنَّ الْخِضَابَ بِالسَّوَادِ جَائِزٌ لِلْغُزَاةِ لِيَكُوْنَ أَخْوَفَ
لِلْعَدُوِّ وَمَنْ فَعَلَ ذَالِكَ لِيُزَيِّنَ نَفْسَهٗ وَلِيُحَبِّبَ نَفْسَهٗ إِلَى النِّسَاءِ
فَذَالِكَ مَكْرُوْهٌ عِنْدَ عَامَّةِ الْمَشَائِخِ (الخ) وَالْمُخْتَارُ فِي السَّوَادِ
الْكَرَاهَةُ وَالْحُرْمَةُ۔ كَذَا قَالَ الشَّيْخُ عبد الحق قُدِّسَ سِرُّهٗ
فی اللمعات۔ ترجمہ۔ یعنی حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث
میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ۔ فرمانے سے تمام علماء کے
نزدیک کالا خضاب حرام ہو گیا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جو
کالے خضاب کو حرام فرما رہی ہیں۔ ہاں بعض علماء نے نمازیوں کے لیے (میدانِ
جنگ میں) دشمن پر رعب جوانی ڈالنے کے لیے کالا خضاب جائز کیا۔ لیکن جو
شخص اپنے نفس امارہ کو مزین کرنے کے لیے۔ یا عورتوں کو اپنی طرف راغب
کرنے کے لیے کالا خضاب لگائے گا۔ یہ برا کام جمہور مشائخ کے نزدیک مکروہ
تحریمی ہے یعنی حرام ظنی ہے۔ اور تمام کا پسندیدہ مذہب یہی ہے کہ کالا خضاب
مکروہ اور حرام ہے ایسا ہی شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے فرمایا۔ اب اندازہ
لگاؤ کہ صرف اپنے باطل جھوٹے بیہودہ مذہب کو بچانے کے لیے حدیث مبارکہ
کے اصل لفظ مٹا کر جَنِّبُوْہُ کر دیا۔ اسی کو ابلیسی شرارت کہتے ہیں۔ دینوی اعتبار
سے کتنا آسان ہے کہ جس حدیث کو چاہا توڑ پھوڑ دیا۔ اور اپنا جھوٹا مذہب
بنا لیا میں نہیں کہتا کہ یہ لغزش صرف مصنف صاحب کی بلکہ یہ لغزش ابن ماجہ
سے شروع ہوئی اور وہ ایسی موضوع روایات لینے میں مشہور ہیں مصنف صاحب
کی غلطی یہاں صرف یہ ہے کہ انہوں نے اپنا باطل مذہب۔ بچانے کے لیے۔
سچائی کو چھوڑا صداقت سے آنکھ بچا کر نکل گئے۔ اور جھوٹ کا سہارا پکڑا۔
اور پھر بھی مدعیٰ حاصل نہ ہوا کیونکہ جَنِّبُوْہُ السَّوَادَ سے بالوں کی تقسیم کیسے ہوئی
امام نووی کے قاضی نے یہ تقسیم کی تو امام نووی نے فوراً سخت تردید کر دی۔ مگر
مصنف اس سے آنکھ بچا کر نکل گئے بلکہ ایک جگہ پچھلے صفحات پر اس غلط
بیانی کا سہارا لیا۔ اللہ ہی معاف فرمانے والا ہے ورنہ نفس امارہ بھی بڑے
بڑوں کو جھٹکا دیتا ہے۔ (داڑھی بس غلط) مصنف صاحب اسی کتابچی

کے ص۳۹ پر انتہائی گھبرائے ہوئے ایک الزامی سوال کی شکل میں لکھتے ہیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ یہود و نصاریٰ خضاب نہیں کرتے۔ وَخَالِفُوْهُمْ اور تم اُن کی مخالفت کرو یعنی خضاب کرو۔ اور غَیِّرُوْا الشَّیْبَ وَاجْتَنِبُوْا السَّوَادَ۔ کہ بالوں کی سفیدی کو بدلو اور سیاہی سے بچو۔ کے متعلق عرض یہ ہے کہ خَالِفُوْهُمْ اور غَیِّرُوْا۔ دونوں امر کے صیغے ہیں۔ تو یہ امر وجوبی ہے یا استحبابی۔ اگر وجوبی ہے تو خضاب لگانا اور یہود کی مخالفت واجب ہوگئی۔ اب اگر کوئی نہیں لگاتا تو مکروہ تحریمی ہوا اور مکروہ تحریمی کا بار بار ارتکاب گناہ کبیرہ ہے تو اب نہ لگانے والے گناہگار ٹھہریں گے۔ لا محالہ ماننا پڑے گا کہ یہ امر وجوبی نہیں۔ بلکہ استحبابی ہے۔ اسی طرح احتمال یہ ہے کہ وَاجْتَنِبُوْا بھی امر استحبابی ہے اور مستحب کی مخالفت کوئی گناہ نہیں۔ خَالِفُوْهُمْ غَیِّرُوْا۔ اور وَاجْتَنِبُوْا۔ تینوں امر کے صیغے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ پہلے دو حکموں پر تو عمل نہ کیا جائے اور تیسرے حکم پر اس قدر سختی کی جائے جواب۔ کیا شاندار تانا بانا بُنا ہے۔ بزرگ سچ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو کھیل کود اور وعظ تقریر اور شعر و شاعری میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے پہلے اپنے علم کو مکمل کرنا چاہیئے۔ حضرت محترم مرحوم بھی اگر اس بزرگانہ نصیحت پر عمل کرتے تو آج اس اُلجھن میں نہ پڑتے اور لوگوں سے نہ پوچھتے پھرتے کہ یہ تینوں امر کس قسم کے ہیں۔ واجبی کون سا ہے استحبابی کون اور کیوں ہے اور پھر یہ تو خیر ہوئی کہ محترم مرحوم صرف خضاب اسود کی حلت و جواز کے پیچھے پڑے رہ کر صرف حدیث و فقہ و شروح کی ہی توڑ پھوڑ کرنے میں لگے رہے اگر خدانخواستہ قرآن مجید کے مختلف صیغہائے امر و نہی دیکھ کر کہیں نماز روزے وغیرہ کی فرضیت اور قرآن کریم کی حلت و حرمت کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتے اور اس طرح کی فضول کتابچی خلاف قرآن لکھ دیتے تو غضب آجاتا۔ مصنف محترم شاید آپ بھول رہے ہیں کہ علم اصول فقہ کے مطابق فعل امر سولہ بلکہ اٹھارہ قسم کا ہے۔ اور نہی اپنے صیغوں میں نو قسم کی ہے بحوالہ توضیح تلویح جلد اوّل ص۳۲۸ یہاں بھی یہ تینوں امر کے صیغے اپنے اپنے موقع میں مختلف حکم رکھتے ہیں۔ لہٰذا۔

خَالِفُوْا اور اس کے ساتھ غَیِّرُوْا الشَّیْبَ کا امر حتمی وجوبی ہے۔ اور علیحدہ غَیِّرُوْا الشَّیْبَ۔ استحبابی امر ہے۔ اور وَ اجْتَنِبُوْا السَّوَادَ۔ مطلقاً ہر وقت تا قیامت ہر مسلمان مرد کے لیے وجوبی امر ہے۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ اسلامی تعلیمات سے یہ بات ظاہر ہے اسلام ہر مقام پر ہر کام میں مسلمانوں کو دنیا بھر کے ہر غیر مسلم سے بالکل علیحدہ شناخت بنانے کی تربیت عطا فرماتا ہے خواہ وہ کام بذاتِ خود جائز ہو یا ناجائز مگر کفار کے عمل کی بنا پر وہ کام مسلمان کو چھوڑنا لازم ہے تاکہ ہر دیکھنے والے اجنبی کو بغیر پوچھے ہی مسلمان کی شناخت ہو جائے۔ یہ شناخت کبھی تو مکمل طور پر کفار کے اس شناختی قول و عمل کو چھوڑ کر بنانے کا حکم دیا گیا اور اگر پورا عمل چھوڑنا ممکن نہ ہو تو اس عمل کی کافرانہ اور غیر مسلم طرز و طریقہ چھوڑنا لازم قرار دیا گیا۔ اور صرف لباس یا چال ڈھال ہی کی تبدیلی نہیں بلکہ مسلم معاشرے کی حیات دنیوی کا پورا ڈھانچہ ہی غیر مسلموں سے مکمل طرز پر شناختی طور سے علیحدہ کرنے کا حکم ہے۔ گھر سے دکان تک صبح سے شام تک کھانے پینے سے اوڑھنے بچھانے تک۔ سر سے پیر تک سونے سے جاگنے تک دنیوی تعمیرات سے دینی عبادت گاہ تک۔ شکل صورت لباس سے نام و القاب تک کفار کے عمل سے ترکِ عمل تک ہر چیز میں مسلمان کی شناخت کفار کی شناخت سے علیحدہ کرنے کا حکم ہے۔ خواہ وہ دینی مذہبی شناخت ہو یا دنیوی علاقائی۔ معمولی کام ہو یا بہت اہم۔ غرضکہ بحکمِ شریعت ہر طرح سے مسلمان کو کفار سے علیحدگی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور قرآن و حدیث میں یہ حکم اتنی سختی سے اور بار بار دیا گیا کہ ہر مسلمان کو اپنی شناخت قائم رکھنا اور کفر کے رنگ ڈھنگ عمل دخل سے علیحدہ ہونا واجب شرعی کا درجہ بن گیا ہے۔ یعنی اگرچہ وہ کام اپنی ذات میں جائز ہی تھا کسی قسم کی قباحت نہ تھی مگر کفار میں رہنے بسنے اور آس پڑوس کی وجہ سے بے شناختی کے دھوکے سے بچنے بچانے کے لیے تعارفاً کفار کی مخالفت مسلمان پر واجب ہے وہ کفار یہود و نصاریٰ ہوں یا ہندو سکھ مجوسی ہوں زندگی کے ہر طرز معاشرہ میں غیر مسلم کی مخالفت واجب ہے۔ اور چونکہ دنیوی عملیات اور رہائشی علاقہ بدلتے رہتے ہیں اس لیے شناختیں بھی بدلتی

رہتی ہیں۔ اور اسی طرح مسلمان کا کفر کی مخالفت کا عمل بھی زمانے کے لحاظ سے بدلتا رہے
گا یعنی جس زمانے میں کسی کافر قوم کا جو طرزِ عمل ہوگا اُسی طرز کی ممانعت فقط اسی دور میں
مسلمانوں پر واجب ہوگی۔ اور جب وہ کفار کی شناخت یا خود کفار اس علاقہ
میں نہ رہیں تو مخالفت کا وہ وجوب بھی نہ رہے گا اِس ضابطۂ اسلامیہ کو سمجھنے
کے بعد اب ان احادیث کا سمجھنا اور اُن کے وجوب کے وقت کا تعین کرنا آسان
ہو جاتا ہے جن احادیث میں فرمایا گیا کہ۔ اِنَّ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی لَا یَصْبِغُوْنَ
فَخَالِفُوْهُمْ۔ کہ یہودی عیسائی بالوں کو خضاب نہیں لگاتے تم ان کی مخالفت
کرو۔ یعنی ضرور لگاؤ۔ یہ حکم مسلمانوں کو اُس وقت اور اُس علاقہ میں دیا گیا جہاں
اُس وقت سفید بالوں والے یہودیوں، عیسائیوں کی رہائشیں ہوا کرتی تھیں اور
اجنبی لوگ پہچان نہ سکتے تھے کہ مسلمان کون لوگ ہیں اِس لیے اُس وقت کے
مسلمانوں پر واجب تھا بالوں کی سفیدی کو خضاب لگانا سرخ یا پیلا کرنا۔ لیکن
جب نہ تو مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں یہود و نصاریٰ رہے اور مسلمان بھی دنیا میں
پھیل گئے تو دیگر ہنگامی وقتی قوانین کی طرح خضاب لگانا بھی واجب نہ رہا۔ نہ
یہ شناختی مخالفت باقی و ضروری رہی اس لیے مصنف صاحب کا یہ سوال و تعجب
غلط ہے کہ اب خَالِفُوْا وغَیِّرُوْا پر عمل کیوں نہیں کیا جاتا اس لیے کہ خَالِفُوْا وغَیِّرُوْا
کا وجوب وقتی قانون تھا۔ اب وہ یہودی نہ رہے نہ ان کا عمل لہٰذا وجوب بھی
ختم ہو گیا۔ اب سرخ خضاب لگانا صرف مستحب ہے کوئی چاہے تو لگائے چاہے
تو سفید ہی رہنے دے۔ یہ تینوں امر علمِ اصول کے مطابق تین قسم کے ہیں ۱ وَخَالِفُوا
الْیَهُوْدَ۔ یہ امر۔ اُس وقت ہنگامی وجوبی مگر اب نہ واجب نہ مستحب
۲۔ غَیِّرُوْا کا امر اس وقت واجب اب مستحب۔ لیکن ۳ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ کا
قانون کسی وقتی شناخت کے لیے نہ تھا اِس لیے یہ سختی اور وعید اور اسی
وعیدِ شدید کی وجہ سے حرمت بھی باقی ہے۔ اور تاقیامت ہر مسلمان کو کالا
خضاب حرام ہے۔ اننسویں غلطی۔ مصنف صاحب مرحوم ص۴۶ پر لکھتے ہیں
کہ مشتہر اینڈ کمپنی سے گزارش ہے کہ آپ صرف سیاہ خضاب کے پیچھے کیوں پڑے
ہو صرف اُسی کی حرمت کے قائل کیوں ہو جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مطلقاً

خضاب کو خواہ کسی رنگ کا ہو، مکروہ سمجھتے تھے۔ ملاحظہ ہو پہلی حدیث۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود فرماتے۔ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلّم کَانَ یُکْرَہُ تَغْیِیْرَ الشَّیْبِ (از مشکوٰۃ ص ۳۸۲)۔ دوسری حدیث پاک۔ عمرو بن شعیب اپنے دادا سے راوی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عَنْ شَیَّبَ شَیْبَۃً فِی الْاِسْلَامِ کَانَتْ لَہٗ نُوْرًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلَّا اَنْ یَنْتِفَھَا اَوْ یَخْضِبَھَا۔ تیسری حدیث عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم کَانَ یُکْرَہُ خِصَالًا فَذَکَرَ مِنْہُ تَغْیِیْرُ الشَّیْبِ۔ ترجمہ۔ تینوں کا۔ ۱ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑھاپے کو بدلنا مکروہ سمجھتے تھے ۲ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان نے بڑھاپا پایا وہ بڑھاپا قیامت کے دن اس کے لیے نور بن جائے گا لیکن اگر وہ مسلمان ان بڑھاپے کے سفید بالوں کو اکھیڑ دے یا ان کو خضاب لگا دے تو نور نہیں بنے گا ۳ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چند خصلتوں کو مکروہ سمجھتے تھے ان میں سے ایک بڑھاپے کو بدلنا ہے۔ ان تین احادیث سے ثابت ہوا کہ ہر قسم کا خضاب سرخ۔ زرد۔ حنا و کتم وغیرہ سب مکروہ ہیں تو پھر یہ کیا کہ کالا حرام اور سرخ و زرد جائز۔ جب تم یہاں خضاب لگانے والی احادیث میں تطبیق دے لیتے ہو تو پھر (خدا کے لیے ہم پر ترس کھاؤ ہم عورتوں کو حکم دینے کے لیے کالا خضاب لگانے والوں کا بھی کچھ خیال رکھو) اور کالے خضاب والی احادیث اور سرخ خضاب کی احادیث میں بھی تطبیق دینے کی کوئی صورت نکالو۔ ورنہ آپ کے فتوے کی ماریں بڑی بڑی مقتدر ہستیاں آگئی ہیں۔ (جواب) تمہاری ان بڑی بڑی مقتدر ہستیوں کو کس نے کہا تھا کہ حرام خضاب کی لیپا لاپی کرو۔ کہ دنیا میں شرعی فتووں کی اور آخرت میں جہنم کی مار کھاؤ۔ اپنی ان بڑی بڑی ہستیوں کو پہلے ہی سمجھا دیا ہوتا تمہاری مقتدر ہستیوں نے یہ ناجائز کام کیا ہی کیوں جواب تم ان سب کے لیے منت سماجت کرتے آگئے۔ بحمدہٖ تعالیٰ ہماری کسی مقتدر ہستی نے یہ ناجائز کام کبھی نہ کیا۔ گولڑے والی سچی سرکار (قبلہ پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سے لے کر اعلیٰحضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمۃ تک سب ہی اس حرام خضاب سے بچے رہے

نیز مصنف کہتے ہیں کہ کالے خضاب کے جواز والی احادیث کے ساتھ تطبیق کرو۔ ہم کہتے ہیں کن خلاؤں میں پھر رہے ہو کالے خضاب کے جواز کی حدیث تو دنیا میں ہے ہی کوئی نہیں کس سے مطابقت کریں۔ مصنف صاحب کو بھی کوئی نہ مل سکی حالانکہ یہ عاشق سیاہی ہیں۔ اپنی اس پوری کتابچی میں ابن ماجہ کی ایک گھسی پٹی عبارت و روایت لکھ ڈالی وہ بھی ضعیف بناڈی یا چند حضرات کے ذاتی انفرادی اقوال و عمل کی روایتیں۔ تو ان کا ہم نے پہلے جواب دیدیا ہے کہ کسی کے ذاتی عمل بغیر دلیل و استنباط شریعت کا قانون نہیں بن سکتے نہ کسی حرام شرعی کو حلال کر سکیں اس طرح سے اگر بڑا رہا بھی منہ پر سیاہی لگاتے پھریں شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ لیکن مصنف صاحب کی پیش کردہ تین حدیثیں تو یہ اپنی جگہ بالکل صحیح ہیں ہم کو تطبیق دینے کی ضرورت نہیں اِن کے اپنے الفاظ مبارک ہی سچی تقسیم فرما رہے ہیں۔ ذرا سا عقلی تدبر چاہیئے۔ چنانچہ امام بدرالدین عینی اپنی شرح بخاری عمدۃ القاری بائیسویں جلد صـ۵ پر لکھتے ہیں۔ وَالصَّوَابُ عِنْدَنَا اَنَّ الْاٰثَارَ الَّتِیْ رُوِیَتْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم بِتَغْیِیْرِہٖ وَالنَّھْیُ عَنْہُ صِحَاحٌ وَلٰکِنَّ بَعْضَھَا عَامٌّ وَ بَعْضَھَا خَاصٌّ فَقَوْلُہٗ خَالِفُوا الْیَھُوْدَ وَغَیِّرُوْا الشَّیْبَ اَلْمُرَادُ مِنْہُ الْمَخْصُوْصُ۔ اَیْ غَیِّرُوْا الشَّیْبَ الَّذِیْ ھُوَ نَظِیْرُ شَیْبَۃِ اَبِیْ قُحَافَۃَ وَاَمَّا مَنْ کَانَ اَشْمَطَ فَھُوَ الَّذِیْ اَمَرَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَنْ لَّا یُغَیِّرَہٗ وَقَالَ مَنْ شَابَ شَیْبَۃً الحدیث لِاَنَّہٗ لَا یَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَوْلَانِ مُتَضَادَّانِ وَلَا نَسْخٌ فَتَعَیَّنَ الْجَمْعُ۔ فَمَنْ غَیَّرَہٗ مِنَ الصَّحَابَۃِ فَمَحْمُوْلٌ عَلَی الْاَوَّلِ وَمَنْ لَّمْ یُغَیِّرْہُ فَعَلَی الثَّانِیْ مَعَ اَنَّ تَغْیِیْرَہٗ نُدُبٌ لَا فَرْضٌ وَکَانَ النَّھْیُ۔ نَھْیُ کَرَاھَۃٍ لَا تَحْرِیْمٍ لِاِجْمَاعِ سَلَفِ الْاُمَّۃِ وَخَلْفِھَا۔ ترجمہ۔ کچھ احادیث فرما رہی ہیں کہ خضاب لگاؤ اور کچھ احادیث فرماتی ہیں کہ نہ لگاؤ تو کوئی کم فہم انسان اس کو تضاد بیانی نہ سمجھے نہ کسی حدیث کو منسوخ سمجھے اس لیے کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوالِ مقدسہ طیبہ کو متضاد کہنا سخت ناجائز ہے اور بلا ثبوت

کسی زبان کو منسوخ کہنا بھی جہالت ہے۔ لہٰذا جواب اور صحیح حقیقی تشریح یہی ہے ہمارے نزدیک کہ خضاب سے منع والی احادیث ان لوگوں کے لیے ہیں جن کے بال پورے سفید نہیں ہیں وہ لوگ کسی قسم کا خضاب سرخ یا پیلا نہ لگائیں یعنی جن کا بڑھا پا تنبیۃً الحدیث (دیا بڑھاپا) ہے (یہ لفظ حدثؑ سے بنا ہے) اور جن کا بڑھا پا حضرت ابوقحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثل ہے کہ تمام بال سفید ہو چکے ہیں ان کو حنا وکتم کا سرخ یا پیلا خضاب لگانے کی اجازت ہے۔ آگے امام عینی فرماتے ہیں کہ ہماری یہ تشریح اپنی ذہنی نہیں بلکہ صحابہ کرام کے عمل کی دلیل سے ہے کہ جن صحابہ کرام نے خضاب لگایا ان کا عمل پاک غَیِّرُوا الشَّیْبَ والی احادیث پر ہے کیونکہ ان کے تمام بال سفید ہو چکے تھے اور جن داڑھی طرعمر کے تازہ وجدید چہرے والے) صحابہ کرام نے اپنے مخلوط دکالے سفید) بالوں پر کسی طرح کا قطعاً کوئی خضاب نہ لگایا ان کا عمل شریف ممنوعہ احادیث پر ہے۔ لہٰذا دونوں قسم کی احادیث اپنی اپنی جگہ درست وتا قیامت محکم ہیں۔ لیکن اس کے باوجود خضاب لگانے کا حکم صرف مستحب ہی ہے فرض یا واجب نہیں اب کوئی سخت بوڑھا بھی سرخ یا پیلا خضاب نہ لگائے تو کوئی بات نہیں (وجوب تو صرف اُس وقت یہود ونصاریٰ کی مخالفت کی وجہ سے تھا) اسی طرح ممانعت ونہی کی احادیث کراھتِ تحریمی کی ممانعت نہیں بلکہ صرف تنزیہی ہے۔ امت کے سلف وخلف کا اِسی شرح پر اجماع ہے۔ سُبحان اللہ کتنے شاندار اور مدلل طریقے سے امام عینی نے احادیث کی شرح بیان فرما دی۔ حضرت شارح نے تین چیزیں واضح فرمائیں ۱۔ دونوں قسم کی احادیث موجود بھی ہیں اور صحیح بھی ۲۔ مگر تضاد بیانی نہیں بلکہ دو قسم کے مردوں کے لیے علیحٰدہ علیحٰدہ حکم ہیں ۳۔ اس تشریح کی دلیل بھی ہے بے دلیل قول نہیں ۴۔ اس شرح پر فقہاء سلف وخلف کا اجماع واتفاق وتائید ہے آج تک اس شرح کی کسی نے کسی بھی طرز پر تردید نہیں کی۔ بخلاف شرح نووی کے کہ کسی مجہول نامعلوم قاضی کی تشریح کے کہ اس میں صرف جھوٹ اور غلط بیانی ہی تھی نہ دلیل نہ ثبوت اِسی لیے امام نووی کو اُسی وقت فوراً اُس کی پُر زور تردید کرنی پڑی کہ ھَذَا مَا قَالَ الْقَاضِی یعنی یہ لغویات صرف قاضی کی اپنی بناوٹی ہے نہ سند نہ دلیل نہ ثبوت نہ اجماعِ سلف

وخلف ۔ ۔ ۔ اس لیے اگرچہ ہماری شرح میں لکھی گئی ہے مگر بے مردود اور مصنف صاحب ہر مقام پر ایسے ہی بیکار اقوال کا سہارا پکڑتے ہیں۔ امام عینی اور اجماع سلف وخلف کی یہ تشریح اس لیے بھی ضروری ہے کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال طیبات کو جہلا کے تضاد بیانی والے اتہام سے بچایا جائے۔ اور یہ سب سے اہم فریضہ ہے کہ قرآن وحدیث کو گمراہوں کی گستاخیوں سے بچایا جائے۔ لیکن مصنف صاحب نے ہر جگہ تضاد بیانی کی اُلجھن پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور پھر کسی اُلجھن کا خود جواب نہ دیا بلکہ بطور طنز۔ فَمَاجَوَابُكُمْ فَهُوَجَوَابُنَا۔ کہہ کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ ان احادیث کی الجھن کوئی عالم دور نہیں کر سکتا حضرت مصنف کی یہ حرکت کسی کو کچھ فائدہ نہیں دے سکتی بلکہ احادیث پاک سے عوام کو بدظنی پیدا ہو سکتی ہے۔ اسی گمراہی وگستاخی کے خطرہ سے ہم نے یہ کتاب لکھ کر مصنف صاحب کی ہر ہر بات کی تردید کر دی کہ مولانا تو دنیا سے بغیر توبہ ورجوع چلے گئے۔ بعد کے عوام تو گمراہ نہ ہوں اور حرام خضاب کو حلال وجائز نہ سمجھ لیں۔ مُلّا علی قاری علیہ الرحمۃ نے مشکوٰۃ شریف کی اس۔ کَانَ يَكْرَهُ تَغْيِيْرَ الشَّيْبِ کی تشریح کرتے ہوئے اپنی کتاب شرح مرقات میں فرمایا کہ تغییر الشیب کا معنیٰ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ کالے خضاب بڑھاپے کے آثار وشناخت مٹانے کو مکروہ فرمایا۔ علامہ قاری کی یہ شرح تغییر کے لغوی معنیٰ کے اعتبار سے ہے۔ تغییر کے لغوی معنیٰ ہوتے ہیں ۱۔ بدلنا ۲۔ ہٹانا، ۳۔ مٹانا ۴۔ چھپانا۔ حنا وکتم سے تغییر شیبۃ کا فقط معمولی رنگ بدلتا ہے۔ سرخ یا پیلے رنگ سے بڑھاپا چھپتا نہیں اس لیے یہ فریب دینا نہیں لہٰذا جائز ہے حرام نہیں۔ غیروا الشیب کا یہ ہی معنیٰ ہے۔ لیکن سیاہ خضاب سے بڑھاپے کو مکمل چھپانا ہے اور نتف یعنی سفید بال اکھیڑنے سے بڑھاپے کو مٹانا ہے۔ سیاہ خضاب سے تغییر الشیب بمعنی چھپانا۔ اکھیڑ کر تغییر بمعنیٰ مٹانا۔ اور یہ دونوں کام فریب دینا ہے اس لیے جن احادیث میں تغییر الشیب سے منع کیا گیا وہاں تغییر بمعنیٰ مٹانا اور چھپانا ہے یہی دونوں حرام ہیں۔ یہ تھی ملّا علی قاری رح کی تشریح لغوی وضاحت اب مصنف کا ملنجیا نہ الزامی سوال ختم ہو گیا۔ (تیسویں غلطی) مصنف صاحب محترم بہت

ہی اچھے اور ملتجیانہ انداز میں کتابچی کے صفحہ آخری ۴۷ و ۴۸ پر لکھتے ہیں۔
حرفِ آخر اس ساری بحث کو پیش کرنے کے بعد بھی عرض یہ ہے کہ مسئلہ سیاہ خضاب ایک اختلافی مسئلہ ہے لہٰذا اس میں تشدد نہ کرنا چاہیئے بلکہ ہمارے نزدیک سیاہ خضاب کرنا زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے یعنی نہ کرے تو بہتر۔ کرے تو حرج نہیں اگرچہ ہمارے بعض بزرگوں نے سیاہ خضاب کو حرام لکھا ہے انہوں نے تو لڑکیوں کو لکھنا سکھانا اور بالا خانوں میں رہنا اور لڑکیوں کو سورۂ یوسف پڑھانا بھی ناجائز و حرام لکھا ہے۔ ان بزرگوں پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں اور یہ ہمیں جواب لکھنے کی بھی ضرورت نہ تھی لیکن اشتہار میں ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان فرعون کا پیروکار۔ اللہ کا دشمن۔ بڈھا کوا۔ جانور۔ بدترین گناہ کا مرتکب جنت کی خوشبو نہ پانے والا۔ جہنمی۔ قیامت کے دن اللہ سے منہ کالا کروانیوالا سب سے کمتر اور ہمارے مقتدیوں کی نماز کو فاسد قرار دیا گیا۔ تب یہ جواب دیا گیا تاکہ مقتدی اس پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہوں کہ ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ وغیرہ وغیرہ۔ (یعنی مصنف صاحب کو صرف مقتدی بھاگ جانے کا خطرہ تھا جس کی وجہ سے شاید امامت ختم ہو جاتی اس خدشے سے یہ جواب لکھا گیا گویا کہ بقولِ خود اقرار ہے کہ اس تحریر میں خلوصِ دین شرعی مسئلے کے اظہار داور دینی خدمت کی نیت نہیں ہے) جواب۔ مصنف صاحب نے جاتے جاتے اپنی تمنا اور آرزو اور کتاب کا مقصدِ تحریر بتاتے ہوئے بھی چھ طرح کی غلطیاں کر دیں ۱۔ لکھتے ہیں کہ یہ فروعی و اختلافی مسئلہ ہے۔ جواب بالکل غلط ہم نے ثابت کر دیا کہ تمام فقہا علماء جمہوری اور متفقہ طور پر فرماتے ہیں کہ کالا خضاب حرام ہے نیز ایک بھی حدیث کالے خضاب کی کسی بھی شخص کو عارضی اجازت بھی نہیں دیتی نہ جوان نہ ادھیڑ نہ بوڑھے مسلمان کو نہ مجاہد کو ۲۔ لہٰذا اس میں تشدد نہ کرنا چاہیئے۔ جواب۔ تشدد کسی ذات پر نہ کرنا چاہیئے نہ بُرے لفظوں و القاب سے نہ سخت برا بھلا کہنے سے لیکن جہاں تک شرعی مسئلے کا تعلق ہے اُس کی اہمیت شدت علت و حرمت حدودِ اخلاق میں رہ کر ضرور بتانا اور ظاہر و مشہور کرنا چاہیئے اگر یہ بات بھی کسی مخالف کو بری لگے تو پھر

کسی بھی حق گو کو کسی لومۃ لائم یا ناراضگی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے شریعت کا حق پرچم بلند ہی رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ علم اور دین چھپانا بھی گناہ ہے غالباً کچھ لوگوں نے مصنف صاحب کے کالے خضاب لگانے پر اعتراض بطریقہ اشتہار چھاپ کر کیا ہوگا اور اس میں حضرت مصنف کو کالے خضاب سے روکنے کے لیے شدت اختیار کی ہوگی جو بحوالہ اس تحریر کے کچھ زیادہ ہی شدید ہوگی جس نے مصنف صاحب کو سخت غصہ میں جذباتی بنا دیا۔ اُن لوگوں کا مصنف صاحب اپنی اس کتابچی میں کئی جگہ۔ مشتہر اینڈ کمپنی۔ کے لقب سے تذکرہ کرتے ہیں۔ وہ اشتہار اور وہ لوگ تو ہماری نظر و ملاقات سے نہیں گزرے جو حقیقت حال کا یقینی پتہ چلتا مگر ہم نے اپنے طور پر اندازہ لگایا ہے کہ ہر دو طرف سے کافی شدید مظاہرے ہوئے ہوں گے۔ بہر حال یہ اچھی بات نہیں کسی بھی موقعہ پر مسلمانوں کو حدود شرعی اور اخلاق کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ ۳ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک سیاہ خضاب مکروہ تنزیہی ہے۔ جواب۔ چلو جاتے جاتے اتنا ماننا بھی غنیمت ہے جب کہ پہلے صفحات پر یہ ماننے کے لیے بھی تیار نہ تھے۔ مگر ہم سمجھتے ہیں کہ وہ شدتِ جذبات کی بنا پر سختی تھی۔ اب آخر میں یقیناً کچھ شدت کم ہوئی تو پیاری تحریر میں مکروہ تک آگئے۔ اگر زندگی و فاکرتی تو مجھے کامل یقین ہے کہ بہت پیارے اخلاق والے تھے کم از کم میری ضرور مانکر رجوع فرما لیتے اور مسلکِ جمہور کو سر آنکھوں سے لگاتے ہوئے کالے خضاب کو حرام ہی کہتے ۴ فرماتے ہیں کہ ہمارے بعض بزرگوں نے سیاہ خضاب کو حرام لکھا ہے جواب۔ بعض نے نہیں بلکہ تمام بزرگوں نے جیسا کہ ہم نے پہلے بھی ثابت کیا اور ابھی آگے بھی باحوالہ ثابت کریں گے۔ بحمدہٖ تعالیٰ آپ ہماری ہی اہل سنت جماعت سے ہیں۔ آپ ہمارے ہی ہیں ہمارے ہی رہیں گے آپ کے بزرگ وہی ہیں جو ہمارے ہیں از صدیق اکبر تا خواجہ حسن بصری اور از امام اعظم تا شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور از سرکار حضرت اعلیٰ گولڑوی تا۔ امام اعلحضرت مجدد بریلوی۔ یہ سب ہم دونوں بلکہ تمام امت مسلمہ اہل سنت والجماعت کے بزرگ و پیشوا ہیں ۵ فرماتے ہیں کہ بزرگوں نے تو لڑکیوں کو لکھنا سکھانا

بالا خانوں میں رہنا۔ سورۃ یوسف کا ترجمہ پڑھانا بھی ناجائز و حرام لکھا ہے یہ اُن کا کمال تقویٰ ہے۔ جواب۔ لڑکیوں کو لکھنا سکھانا اور بالا خانوں میں رہنا۔ آج کل کے کالج کے بد معاشی و فحاشی و بے پردگی کے ماحول کو دیکھتے ہوئے کون سا با غیرت والد یا بھائی ہوگا جو ایسی لکھائی پڑھائی کو حرام نہ کہے گا کالج سکول کی وجہ سے اخباروں میں آئے دن جو چیزیں چھپتی ہیں کیا کوئی غیرت مند اپنی بہن بیٹی پر برداشت کرے گا بس اُن کی دور رس نگاہوں نے اسی ماحول بے تمیزی کو وقت سے پہلے محسوس کر لیا تھا اس کو تقویٰ نہیں شرعی فتوے کے طور پر اُن بزرگوں نے قرآن و حدیث کا فیصلہ ثابت کیا تھا ہمیں حیرت ہے کہ مصنف مرحوم اس طوفان بے غیرتی فحاشی سے بچاؤ کو بھی ذاتی تقویٰ کہہ کر گناہ عام کو حرمت سے نکال کر حلت میں لانے کی خود فا جرانہ کوشش کر رہے ہیں۔ اکبر الٰہ آبادی علیہ الرحمۃ نے اپنے وقت کے سر سید کو بھی علی گڑھ کالج بنانے پر سخت تنبیہ کرتے ہوئے یہ رباعی لکھ کر بھیجی تھی۔

بار بار آتا ہے اکبر میرے دل میں یہ خیال　　حضرتِ سید سے جا کر عرض کرتا کوئی کاش
درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہٗ　　باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

بے پردگی حسن کی نمائش۔ حسن پرستی۔ اغواء۔ پرچہ بازی۔ قلم ناول عشقیہ افسانے سب اسی کالج کی پڑھائی لکھائی کی وجہ سے ہی تو ہے۔ اتنے بڑے بڑے گناہ اور قوم کی تباہی کے اسباب کیا مصنف کے نزدیک حرام نہیں کیا ان کو برا سمجھنا محض بزرگوں کا ذاتی تقویٰ ہے یہی حال بالا خانوں اور ان کی کھڑکیوں کا ہے۔ نوجوان طبقے کے لیے خلوت اور بلندی کے مقامات شیطانی جال ہیں فقہاء کرام نے لڑکیوں کو تنہا بالا خانوں کی رہائش سے ممانعت کا فتویٰ حدیث قرآن کی روشنی ہدایت و استنباط سے دیا ہے اور تا قیامت جاری و نافذ ہے حدیث پاک میں ارشاد ہے عورت کے لیے باہر سے گھر کی چار دیواری بہتر ہے اور اگر آنگن ہے تو برآمدہ اور برآمدے سے کمرہ اور کمرے سے پچھلا کمرہ بہتر ہے۔ ازواج اُمہات المومنین کے گھروں میں تو صحن

ویرآمدہ ہی نہیں ہوتا تھا۔ مولیٰ علی شیرِ خدا کے گھر میں آگے پیچھے دو کمرے ہوتے تھے اور فاطمۃ الزہرا نے عمر کا زیادہ حصہ پچھلے کمرے میں گزارا دن کے وقت کبھی دوسرے کمرے میں نہ آئیں۔ آپ کے چہرۂ پاک کو تو کبھی چاند سورج نے نہ دیکھا حضرت حکیم الامت نے شعر فرمایا ہے کہ۔

وہ چادرِ حسن کا آنچل چاند سورج نے نہیں دیکھا   بنے گی حشر میں پردہ گنہگاران اُمت کا

فقہا کے اس شرعی حکم کا مقصد یہ ہے کہ عورت کو عورت بنا کر رکھو۔ بقول حضرت اکبر الہ آبادی۔ کہ خاتون خانہ ہو۔ وہ صبا کی پری نہ ہو۔ نہ معلوم مصنف صاحب کو کیا ہو گیا ہے اپنے ایک باطل نظریے کو بچانے کے لیے اسلام کے کتنے کتنے بڑے فرامین پر طعن کرتے چلے جا رہے ہیں۔ قرآن وحدیث کے دلالۃُ النص کو ذاتی تقویٰ کہہ کر عوام کی نگاہ میں بے معنیٰ کرنا چاہتے ہیں۔ رہی مصنف کی تیسری بات کہ سورۃ یوسف کا ترجمہ لڑکیوں کو نہ پڑھاؤ۔ یہ گستاخانہ بات ہمارے کسی بزرگ نے نہ فرمائی نہ معلوم وہ مصنف کا کون بدبخت بزرگ ہوگا جس نے ایسی بیہودہ بات کہہ کر جہنم کا ایندھن بننا پسند کیا سورۃ یوسف میں کون سی ایسی غلط یا شرمندگی والی بات ہے جو رب تعالیٰ نے بیان فرما دی اور اللہ تعالیٰ کو لڑکیوں کا خیال نہ آیا۔ اُس کم بخت شیطانی بزرگ کو احساسِ غیرت نے ستا مارا۔ اور پھر یہ نہ بتایا کہ کونسی زبان کا ترجمہ نہ پڑھاؤ اردو فارسی یا پشتو انگریزی۔ اور یا پھر عربی کی یا عربی زبان جاننے والی لڑکیوں کے لیے کیا کیا جائے گا وہاں سورۃ یوسف سے لڑکیوں کو کس طرح بچاؤ گے۔ کیا وہاں کوئی ابلیسی بزرگ یہ کہے گا کہ سورۃ یوسف کو لڑکیوں والے قرآنِ مجید سے نکال دو۔ (العیاذ باللہ) مصنف صاحب کو ذرا بھی اگر غور و فکر ہوتا تو یہ گستاخی نہ لکھتے۔ محترم مرحوم یہ کوئی بائبل یا یہود و نصاریٰ کی بناوٹی انجیل و تالمود نہیں کہ مبلغِ اسلام حضرت محترم احمد دیدات مدظلہ نے ایک محفل مناظرہ میں عیسائی پادریوں کے سامنے بائبل کے بعض مقامات پڑھ کر سنائے تو پادریوں کے سر شرم سے جھک گئے۔ اور غیرت سے نگاہیں نیچی ہو گئیں۔ مصنف قرآنِ مجید کے متعلق ایسی غلط بات لکھ کر عیسائیوں کو قرآن مجید پر زبانِ طعن دراز کرنے کا موقعہ فراہم کر رہے ہیں کسی نے سچ فرمایا کہ

خدا جب دین لیتا ہے عقل بھی چھین لیتا ہے۔ رب تعالیٰ تو اس واقعہ یوسف کو احسن القصص فرمائے۔ مگر مصنف صاحب یہ گستاخی لکھ کر کفر کھانے کے درپے ہیں۔ کیا اچھا ارشاد فرمایا تھا کسی درسِ قرآن کے موقعہ پر حضرت علامہ احمد حسن نوری صاحب خطیب جامعہ حنفیہ فاروقیہ ڈاکخانہ مغلپورہ لاہور نے دورۂ برطانیہ کے دوران کسی محفل میں۔ کہ کیا حسین اندازِ قرآن ہے کہ جس محفل میں چاہو جس کو چاہو پڑھاؤ سناؤ قرآنِ کریم جدھر سے چاہو کھولو اور سناتے سمجھاتے اور ترجمہ سکھاتے چلے جاؤ اپنے پرائے دوست دشمن چھوٹے بڑے جوان بوڑھے ماں بہن بیٹی کو پڑھاتے چلے جاؤ کبھی شرمندگی نہ ہوگی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ہم مسلمان جو سچا اور صحیح اعتراض بائبل پر کرتے ہیں۔ اس کے مقابل مصنف صاحب نے غیر مسلموں کو الزامی اعتراض کا ایک جھوٹا موقعہ فراہم کر دیا۔ مصنف نے دو لفظ لکھ کر قلم کا نشتر چلا دیا مگر یہ نہ سوچا کہ اس سے عوام مسلمانوں کے سینوں میں کتنا بڑا زخم پڑے گا۔ ان ہلاکت خیز تحریروں کو سوچو کہ یہ کتاب مسلمانوں کے لیے کتنی خطرناک زہرِ قاتل گمراہ کن۔ نشتر زخم دار ہے کیا ابھی بھی مصنف کو مجدد مسلک کہا جا سکتا ہے۔ جب کہ ان کی یہ کتاب توہینِ مسلکِ اہل سنت ہے مشتہرین نے مصنف صاحب کو تقریباً دس قسم کے برے خطاب دیئے۔ اللہ کا دشمن بڈھا کوا۔ جانور۔ بدترین گناہ گار۔ اس کے پیچھے کسی کی نماز جائز نہیں۔ وغیرہ وغیرہ صرف ان برے لفظوں کی وجہ سے ہم نے اُس اشتہار کا جواب دینے کے لیے یہ کتاب لکھی تاکہ مقتدی لوگ اشتہار کے غلط پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہوں۔ **جواب** ۔ ان لفظوں میں بعض تو واقعی محض برے اور غیر مہذب الفاظ ہیں جو کسی مسلمان کو اخلاقی طور پر زیب نہیں دیتے۔ اور کہنے لکھنے والے کی کم علمی ظاہر کرتی ہے۔ مگر بعض الفاظ احادیث پاک کا ترجمہ ہیں۔ مثلاً جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔ اللہ تعالیٰ سیاہ خضاب لگانے والے کا منہ کالا کرے گا۔ رہی یہ بات کے کالا خضاب لگانے والے امام کے پیچھے کسی مسلمان کی نماز جائز نہیں۔ تو یہ ایک فقہی مسئلہ ہے جن کے نزدیک یہ ثابت ہو گیا کہ کالا خضاب باستنباطِ احادیث اور باستدلالِ فرمانِ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حرام ہے تو اُن کے نزدیک تو یقیناً مُوکالے امام کے پیچھے نماز جائز نہ ہوگی اور وہ اِس مسئلے میں حق بجانب ہیں۔ نماز کا مسئلہ نازک ہے اور نماز ہر مسلمان کی اپنی اپنی دینی ذاتی دولت ہے اس کی حفاظت ہر مسلمان پر خود واجب ہے اس لیے اِس بات سے مصنف کو غصہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر کوئی امام اِس خضاب کو جائز مانتا ہو تو کم از کم اُن مقتدیوں کی نماز کا خیال رکھے جو اس کو حرام کہتے ہیں ان کی امامت کرانے والا امام امامت کے وقت نہ لگائے یا امامت کے دنوں میں کالا خضاب چھوڑ دے امامت کی چھٹی کے دنوں میں لگایا کرے۔ اگر نہیں چھوڑ سکتا تو پھر امامت چھوڑ دے اور شوق سے کالا خضاب لگاتا پھرے کوئی شخص اعتراض یا اشتہار نہ نکالیگا۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

اب آخر میں ہم اُن کتابوں کے مصنفین کا اصل ذاتی مسلک کالے خضاب کے بارے اُن کی اُسی کتاب کے حوالے سے بیان کرتے ہیں جن کتابوں کا نام لکھ کر محترم مصنف نے ان کی ہی تردید کردہ عبارتوں اور قولوں کو اپنے باطل نظریے کے حق میں نسبتی دھوکہ دیتے ہوئے اِستدلال اور ڈھال بنا کر لکھیں۔ اور عوام کو دھوکہ دیا کہ یہ ہی مصنف کتاب ھذا کا مسلک ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ یہ چالاکی صرف دکانِ باطل چمکانے کے لیے کی گئی ہے۔ مصنف صاحب نے اپنی اِس اڑتالیس۴۸ صفحات کی کتابچی میں گیارہ۱۱ کتابوں کا حوالہ لکھا ہے۔ ۱ نووی شرح مسلم ۲ عمدۃ القاری عینی شرح بخاری ۳ جمع الوسائل شرح شمائل ۴ مناوی شرح شمائل ۵ اشعۃ اللمعات ۶ احناف کا مشہور فتاویٰ عالمگیری ۷ فتح الباری شرح بخاری ۸ سراج منیر شرح جامع صغیر ۹ طبقات ابن سعد ۱۰ طبرانی کبیر ۱۱ فتاویٰ درمختار شامی۔ مصنف صاحب مرحوم نے اِن کُتُب سے سہارا لے کر اِس انداز میں اپنا باطل نظریہ شائع کیا ہے کہ یہ کتابچی بذاتِ خود از اول تا آخر سیاہ خضاب بن گئی ہے۔ اور عوام کو اس طرز پر دھوکہ دیا گیا ہے کہ لوگ سمجھیں کہ شاید یہ سب بزرگ بھی کالے خضاب کو جائز مانتے ہیں حالانکہ اصل کتاب دیکھ کر صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ کیسی کیسی چالاکیاں کی گئیں ہیں یہی وجہ ہے کہ اتنے بڑے بڑے بزرگوں کے صاف

اندازکے حوالے دینے کے باوجود آخر میں تھکے ہارے معلوم ہوتے ہیں ورنہ سچے اور صاف گو انسان کو اس طرح ملتجیانہ انداز میں گھگھیانے بربرانے کی ضرورت کیا ہے لیکن ہم مندرجہ ذیل سطور میں یہ پول ضرور کھولیں گے صرف یہ بتانے کے لیے کہ بھلا اتنے عظیم بزرگ حضرات فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنا مسلک کس طرح بنا سکتے تھے۔ چنانچہ امام نووی شرف الدین ابوزکریا شارح مسلم شریف ان کی عبارت ہم پہلے بھی دوبار لکھ چکے ہیں آپ نہایت واضح الفاظ میں باستدلال حدیث پاک فرماتے ہیں ص۱۹۹ پر وَیَحْرُمُ خِضَابُہٗ بِالسَّوَادِ عَلَی الْاَصَحِّ (الخ) وَالْمُخْتَارُ التَّحْرِیْمُ لِقَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ وَھٰذَا مَذْھَبُنَا۔ ترجمہ۔ ہمارا مذہب یہی ہے کہ کالا خضاب قطعًا حرام ہے یہی تمام فقہاء کا پسندیدہ و اختیار کردہ مذہب ہے کیونکہ آقاءِ کائنات نبی الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سیاہی سے بچو۔ ۲ امام بدرُ الدین عینی اپنی شرح بخاری میں اپنا مذہب اس طرح بیان فرماتے ہیں عمدۃُ القاری جلد بائیسویں ص۵۱ پر ہے۔ فَالْجُمْھُوْرُ عَلٰی اَنَّ الْخِضَابَ بِالْحُمْرَۃِ وَالصُّفْرَۃِ دُوْنَ السَّوَادِ لِمَا رُوِیَ فِیْہِ الْاَخْبَارُ الْمُشْتَمِلَۃُ عَلَی الْوَعِیْدِ۔ ترجمہ تقریبًا تمام فقہاءِ اُمّت، مجتہدین ملت کا متفقہ مذہب اس بات پر ہے کہ خضاب صرف سرخ اور پیلا ہی جائز ہے کالا خضاب قطعًا جائز نہیں بلکہ حرام ہے اس وجہ سے کہ اس کالے خضاب کے ناجائز ہونے کی دلیل میں بہت احادیث مبارکہ روایت کی گئی ہیں جن میں کالا خضاب لگانے والے کو سخت عذاب کی وعیدیں سنائی گئی ہیں۔ ثبوت کے طور پر کچھ آگے چند حدیثیں نقل فرماتے ہیں ۱ قَوْمٌ آخَرُوْنَ یَخْضِبُوْنَ بِالسَّوَادِ۔ یہ حدیث پاک پہلے بیان کر دی گئی ہے۔ ترجمہ۔ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ نشانی ہے کہ آخری زمانوں میں مسلمان (یعنی خطبا و اعظین اور ان کی دیکھا دیکھی عوام) بڑی خوشی خوشی کالا خضاب لگایا کریں گے (جہاد کے لیے نہیں بلکہ عورتوں کو دکھانے پھنسانے کے لیے) مگر یہ سوچ لیں کہ چار دن کی حرام عیاشی سے پھر جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکیں گے ۲ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ خَضَبَ بِالسَّوَادِ لَمْ یَنْظُرِ اللّٰہُ

اِلَیْہِ ۔ ۳؎ مَنْ خَضَبَ بِالسَّوَادِ سَوَّدَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ ۔ ۴؎ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ غَیِّرُوْا وَلَا تُغَیِّرُوْا بِالسَّوَادِ ۔ ان چاروں فرمانوں کا معنٰی یہی ہے کہ اے دنیا میں کالے خضاب سے منہ کالا کرنے والو، قیامت میں منہ کالا کیا جائے گا اور خضاب کے کالے چہرے کو رب تعالیٰ دیکھے گا بھی نہیں ۔ اگر خضاب کرنے کا ہی شوق ہو تو سرخ وغیرہ کرو کالا ہرگز نہ کرو ۔ ۳؎ امام علامہ ملا علی قاری کالے خضاب کے بارے اپنا مذہب اس طرح بیان فرماتے ہیں چنانچہ جمع الوسائل شرح شمائل جلد اوّل ص۹۵ پر ہے ۔ وَشَیْبُہٗ اَحْمَرُ ۔ اور آپ کا بڑھاپا ۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑھاپے والے چند سفید بال مبارک جب راوی نے دیکھے تو وہ سرخ کئے گئے تھے ۔ اس بات سے ملا علی قاری یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سفید بالوں کو سرخ کرنا جائز ہے اگرچہ کسی خوشبو سے ہو ۔ کیونکہ سرخ رنگ سے بڑھاپا چھپتا نہیں دور سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کے بال سفید ہیں کسی کو دھوکا نہیں لگتا ۔ اور دھوکہ دینا حرام ہے اسی لیے کالا خضاب حرام ہے ۔ جمع الوسائل ص۹۰ پر ہے ثَبَتَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ کَانَ یَصْفُرُ لِحْیَتَہٗ وَلٰکِنَّ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ خَضَبَ بِالْحِنَاءِ وَالْکَتَمِ ۔ (الخ) وَفِی الْفَائِقِ ھُوَ نَبْتٌ یُخْلَطُ مَعَ الْوَسْمَۃِ لِلْخِضَابِ الْاَسْوَدِ ۔ فَاِنَّ الْخِضَابَ بِھِمَا یَجْعَلُ الشَّعْرَ اَسْوَدَ ۔ وَقَدْ صَحَّ النَّھْیُ عَنِ السَّوَادِ ۔ ترجمہ ۔ عبد اللہ ابن عمر پیلا خضاب اور صدیق اکبر سرخ خضاب (حنا وکتم) ملا کر لگاتے تھے ۔ فائق (کتاب) میں لکھا ہے کہ کتم ایک پودہ ہے اس کے پتے جب وسمہ سے ملائے جائیں تو کالا خضاب بن جاتا ہے ۔ (اسی لیے صدیق اکبر وسمہ سے نہ ملاتے تھے بلکہ مہندی سے ملاتے تھے تاکہ سرخ رنگ چڑھے نہ کہ سیاہ) کیونکہ صحیح احادیث میں سیاہ خضاب سے سخت منع فرمایا گیا ۔ ملا علی قاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۔ قَدْ صَحَّ النَّھْیُ عَنِ السَّوَادِ ۔ فرما کر اپنا مذہب بیان فرما دیا کہ ممانعت صحیح احادیث سے ثابت ہے اور احادیث ہی مومن مسلمان کا مذہب ہے ۴؎ جمع الوسائل کے حاشیے پر ۔ علامہ عبد الرؤف مناوی کی شرح شمائل ہے ۔ علامہ مناوی علیہ الرحمۃ مصری کے اپنے مذہب میں بھی کالا خضاب حرام ہے ۔ چنانچہ شرح

مناوی جلد اوّل ص۹۰ پر ہے۔ فِیْ مُسْلِمٍ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ کَانَ یَخْضِبُ بِالْحِنَّاءِ وَالْکَتَمِ وَعُمَرُ بِالْحِنَّاءِ وَحْدَہٗ۔ فَفِیْہِ اِشْعَارٌ بِاَنَّ اَبَا بَکْرٍ کَانَ یَجْمَعُ بَیْنَھُمَا لَا بِالْکَتَمِ الصِّرْفِ الْمُوْجِبِ لِلسَّوَادِ الصِّرْفِ لِاَنَّہٗ مَذْمُوْمٌ ترجمہ۔ صدیق اکبر صرف کتم کا خضاب نہ لگاتے تھے۔ اس لیے کہ صرف کتم کا خضاب صرف سیاہ کرتا ہے۔ اور وہ کالا خضاب شریعت میں مذموم ہے یعنی قابل نفرت اس عبارت سے دو بزرگوں کے مذہب کا پتہ لگا ایک صدیق اکبر رض کا مذہب اور دوسرے امام عبدالروف مناوی کا مسلک۔ دونوں کے مذہب میں کالا خضاب مذموم قابل نفرت ہے۔ اور قابل نفرت چیز حرام ہی ہوتی ہے ۵ امام اہل سنت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا مذہب بھی یہ ہی ہے کہ کالا خضاب لگانا مسلمانوں کو حرام ہے۔ چنانچہ اپنی کتاب اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف جلد سوم میں فرماتے ہیں پیری نور الٰہی است و تغیر نور الٰہی بظلمت مکروہ و وعید درباب خضاب سیاہ شدید آمد (الخ) خضاب بسواد حرام است۔ ترجمہ بڑھاپے کے سفید بال اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور ہے اور نور کو سیاہی سے بدلنا مکروہ تحریمی۔ اور احادیث میں کالے خضاب لگانے کے لیے عذاب و قہر کی بہت شدید وعیدیں آئی ہیں لہٰذا کالا خضاب حرام ہے ۶ کالے خضاب کے حرام اور ناجائز ہونے کے بارے میں فتاوی عالمگیری کا اپنا مذہب چنانچہ جلد پنجم ص۳۵۹ پر ہے۔ اِتَّفَقَ الْمَشَائِخُ رَحِمَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَّ الْخِضَابَ فِیْ حَقِّ الرِّجَالِ بِالْحُمْرَۃِ سُنَّۃٌ وَاَنَّہٗ مِنْ سِیْمَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَلَامَاتِھِمْ وَاَمَّا الْخِضَابُ بِالسَّوَادِ۔ فَمَنْ فَعَلَ ذَالِکَ مِنَ الْغُزَاۃِ لِیَکُوْنَ اَھْیَبَ فِیْ عَیْنِ الْعَدُوِّ فَھُوَ مَحْمُوْدٌ مِنْہُ اِتَّفَقَ عَلَیْہِ الْمَشَائِخُ رَحِمَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَنْ فَعَلَ ذَالِکَ لِیُزَیِّنَ نَفْسَہٗ لِلنِّسَاءِ وَیُحَبِّبَ نَفْسَہٗ اِلَی النِّسَاءِ فَذَالِکَ مَکْرُوْہٌ وَعَلَیْہِ عَامَّۃُ الْمَشَائِخِ وَبَعْضُھُمْ جَوَّزَ ذَالِکَ مِنْ غَیْرِ کَرَاھَۃٍ۔ (الخ) کچھ آگے ارشاد ہے وَعَنِ الْاِمَامِ اَنَّ الْخِضَابَ حَسَنٌ بِالْحِنَّاءِ وَالْکَتَمِ وَالْوَسْمَۃِ وَلَا بَاْسَ بِغَالِیَۃِ الرَّاْسِ وَاللِّحْیَۃِ وَنَتْفُ الشَّیْبِ مَکْرُوْہٌ لِلتَّزْیِیْنِ لَا لِتَرْھِیْبِ الْعَدُوِّ وَکَذَا نُقِلَ عَنِ

الاِمَامِ۔ ترجمہ۔ تمام مشائخ علیہم الرحمۃ کا اس مسئلے میں اتفاق ہے کہ مسلمان مردوں کے لیے صرف سرخ رنگ کا خضاب لگانا ہی سنت (قولی) ہے اور یہ سرخ خضاب مسلمانوں کی نشانی و علامت بن چکی ہے۔ لیکن کالا خضاب تو وہ صرف غازیوں کے لیے اس لیے جائز ہے کہ دشمن کفار کی نظر میں جوان اور طاقتور نظر آئیں۔ اور تمام مشائخ علیہم الرحمۃ نے متفقہ طور پر میدان جہاد میں کالا خضاب لگانا محمود اور جائز رکھا ہے۔ لیکن جو شخص عورتوں کو اپنی جوانی دکھانے کے لیے کالا خضاب لگائے گا یا اپنے آپ کو عورتوں کے سامنے پسندیدہ بنا سنوار کر آنے کے لیے کالا خضاب لگائے گا اُس کے لیے کالا خضاب مکروہ تحریمی ہے یہ مسلک عام مشائخ اسلام کا ہے یعنی اس پر عام مشائخ کا اتفاق ہے۔ ہاں کسی ایک بعض شخص نے اُن میں سے اِس کالے کو بغیر کراہت کے جائز بھی کہدیا ہے (مگر اُس بعض کا کوئی اتہ پتہ نام نسبت معلوم نہیں) آگے لکھتے ہیں۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خضاب صرف وہی حسن اور شرعًا جائز ہے جو مہندی کتم۔ وسمہ سے ملا کر بنایا و لگایا جائے۔ اور ایسا سرخ خضاب سر اور داڑھی پر لگانا شریعت میں اُس کا کوئی مضائقہ نہیں یعنی جائز ہے۔ اور بڑھاپے کے بالوں کو اکھیڑنا میدانِ جہاد میں جائز ہے مگر عورتوں کے لیے زینت کی نیت سے مکروہ تحریمی ہے (کیونکہ یہ دھوکے بازی ہے) ۲۔ فتح الباری شرح بخاری دسویں جلد صفحہ ۳۵۴ پر مطبوعہ بیروت میں ہے۔ مسئلہ اِسْتِثْنَاءِ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ لِحَدِيْثَيْ جَابِرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَ اِنَّ مِنَ الْعُلَمَاءِ مَنْ رَخَّصَ فِيْهِ فِي الْجِهَادِ وَمِنْهُمْ مَنْ رَخَّصَ فِيْهِ مُطْلَقًا وَاَنَّ الْاَوْلٰى كَرَاهَتُهٗ وَ جَنَحَ النَّوَوِيُّ اِلٰى اَنَّهٗ كَرَاهَةُ تَحْرِيْمٍ (الخ) وَمَا قَالَهٗ خِلَافُ مَا يَتَبَادَرُ مِنْ سِيَاقِ الْحَدِيْثَيْنِ۔ (الخ) ثُمَّ ۔ قَالَ فَمَنْ كَانَ فِيْ مِثْلِ حَالِ اَبِيْ قُحَافَةَ اِسْتُحِبَّ لَهُ الْخِضَابُ لِاَنَّهٗ لَا يَحْصُلُ بِهِ الْغُرُوْرُ لِاَحَدٍ وَمَنْ كَانَ بِخِلَافِهٖ فَلَا يُسْتَحَبُّ فِيْ حَقِّهٖ (الخ) وَقَدْ نُقِلَ عَنْ اَحْمَدَ اَنَّهٗ يُحِبُّ وَعَنْهُ يُحِبُّ فَلَومَرَّةً وَعَنْهُ لَا اُحِبُّ لِاَحَدٍ تَرْكَ الْاِخْضَابِ وَيَتَشَبَّهُ بِاَهْلِ الْكِتَابِ وَفِي السَّوَادِ

کَالشَّافِعِیَّۃِ رِوَایَتَانِ۔ اَلْمَشْهُوْرَۃُ یُکْرَہُ۔ وَقِیْلَ یَحْرُمُ وَیَتَاکَّدُ الْمَنْعُ لِمَنْ دَنَسَ بِہٖ۔ ترجمہ۔ کالے خضاب کی حرمت علیحدہ ثابت اور مستثنیٰ ہوئی ہے حضرت جابر اور حضرت ابن عباس کی دو حدیثوں سے، اور بے شک علما میں سے کسی نے تو صرف جہاد کے موقعہ پر کالے خضاب میں اجازت دی ہے اور ان میں سے ہی کسی نے مطلقاً اجازت دی ہے۔ اور بے شک (بلاشبہ) بہتر بن مسئلہ کالے خضاب کے مکروہ ہونے کا ہے اور امام نووی نے تو اسی پر زور دیا ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے۔ لیکن ۔ لیکن جن غیر معروف لوگوں نے کالے خضاب کی اجازتِ مطلقہ کے بارے میں کچھ باتیں کہیں ہیں وہ سب اُن دو حدیثوں کے سیاق و سباق کے خلاف ہے۔ جو ذھن میں اُن احادیث سے جلدی سمجھ میں آتا ہے۔ (اس لیے وہ سب اقوال غلط و خلافِ حدیث ہیں) تمام احادیث کے قرائن کا انطباقی ثمرہ و نتیجہ یہ ہے کہ جن کا بڑھاپا یعنی سفید بال ابو قحافہ کے حال کی مثل ہو اس کو تو خضاب لگانا مستحب ہے کیونکہ اُن کا خضاب کسی کو دھوکہ نہیں دیتا اور جو حضرت ابو قحافہ کے حال جیسا نہ ہو اُس کو خضاب لگانا مستحب ہی نہیں ہے امام احمد بن حنبل سے منقول ہے کہ خضاب لگانا پسندیدہ چیز ہے خواہ عمر میں ایک ہی بار لگائے اور امام احمدؒ سے یہ روایت بھی ہے کہ میں خضاب چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ اور اہلِ کتاب کی مشابہت بھی پسند نہیں کرتا۔ لیکن کالا خضاب تو اس کے بارے میں امام احمد کی بھی دو روایتیں ہیں امام شافعی کی طرح۔ ایک روایت میں امام احمد نے کالے خضاب کو مکروہ تحریمی فرمایا ہے۔ یہ روایت مشہور ہو چکی ہے دوسری روایت میں کہا گیا ہے کہ کالا خضاب حرام ہے۔ اور امام احمد کالے خضاب کو بڑی سختی اور تاکید سے منع فرماتے تھے اُس کو جو اُس کالے سے ملوث ہو (ت) سراج منیر شرح جامع صغیر جلد دوم صـ۹۲ پر اور جلد اوّل صـ۲ اپنا مسلک لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عام اور جمہور مشائخ کالے خضاب کو حرام لکھتے ہیں اور جمہور علما کا مذہب ہی صاحب کتاب کا مذہب ہوتا ہے نیز اسی شرح میں کالے خضاب کو بفرمانِ نبوت فرعون کا خضاب ثابت کیا گیا ہے۔ مصنف صاحب مرحوم اس بات سے بہت ناراض ہیں کہ مشتہر اینڈ کمپنی نے کالے خضاب والے کو

فرعون کا پیروکار کہا ہے بھلا نقل سے پیروکاری کیسے ہوگئی۔ مگر اسی اپنی کتابچی کے صـ۲۲ پر ثابت کر رہے ہیں کہ صحابہ کرام کے عمل کے مطابق عمل کرنا اُن کی پیروی ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔ دوسری حدیث شریف میں ارشاد فرمایا۔ اِقْتَدُوا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ۔ اس کا ترجمہ کرتے ہیں ان دونوں کی پیروی کرو جو میرے بعد والی امت ہوں گے ابوبکر و عمرؓ یہاں یہ حدیث لانا اسی خضاب کے مسئلے کے لیے ہے گویا کہ ابوبکر صدیق اور فاروقِ اعظم کی طرح خضاب لگانا اُن دونوں کی پیروی ہے تو مشتہر اینڈ کمپنی کا کہنا بھی یہ درست ہے کہ پھر کالا خضاب لگانا فرعون کی پیروی ہے یہی وجہ ہے کہ کسی بھی کسی صحابی کسی تابعی تبع تابعی اور تا ایندم کسی عالم پیر ولی غوث و قطب نے کالا خضاب نہ لگایا۔ جیسا کہ ہم نے پہلے ثابت کر دیا صـ۹ طبقات جلد ۵ صـ۱۴۲ ابن سعد کا مسلک ہم پہلے دلیل ۷ میں بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے عبداللہ ابن عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے حدیث بیان فرمائی کہ نَہٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ کالے خضاب سے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ یہ حدیث پاک بہت لحاظ سے صحیح ہے اور سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس کو اعلیٰحضرت مجددِ بریلویؒ نے اپنی کتاب حک العیب میں دلیل بنایا ہے۔ صـ۱۰ طبرانی کبیر کو ہم تلاش نہیں کر سکے کیونکہ مصنف نے اس کا کوئی اتہ پتہ تحریر نہ کیا نہ مصنف کا نام لکھا نہ جلد نمبر نہ صفحہ نمبر۔ طبرانی دو تین قسم کی مشہور ہیں پتہ نہیں یہ کونسی طبرانی ہے اور کس مسلک و مذہب کی ہے۔ ہمارے مصنفِ مرحوم خود بھی اس کے حوالے سے کالے خضاب کے جواز پر مفاد حاصل نہ کر سکے۔ صرف مطلقاً خضاب کا ہی تذکرہ نقل فرمایا ہے۔ صـ۱۱ فتاویٰ شامی نے اپنا مسلک اس طرح بیان فرمایا چنانچہ شامی شرح دُرِّ مختار جلد پنجم صـ۲۹۵ پر ہے۔ وَمَذْھَبُنَا اَنَّ الصَّبْغَ بِالْحِنَّاءِ وَالْوَسْمَۃِ حَسَنٌ۔ وَاَمَّا الْخِضَابُ بِالسَّوَادِ لِلْغَزْوِ لِیَکُوْنَ اَھْیَبَ فِیْ عَیْنِ الْعَدُوِّ فَھُوَ مَحْمُوْدٌ بِالْاِتِّفَاقِ وَاِنْ لِیَزِیْنَ لِلنِّسَاءِ فَمَکْرُوْہٌ وَعَلَیْہِ عَامَّۃُ الْمَشَائِخِ وَبَعْضُھُمْ جَوَّزَہٗ بِلَا کَرَاھَۃٍ۔ ترجمہ۔ اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ بے شک مہندی اور وسمہ سے ملا ہوا خضاب ہی اچھا ہے۔ لیکن کالا خضاب صرف غازی کے لیے میدانِ جہاد میں جائز ہے تاکہ دشمن کافر پر

رعب پڑے مگر عورتوں کو دکھلاوے کے لیے خضاب سے سیاہ کرنا مکروہ تحریمی ہے اسی پر جمہور مشائخ کا مذہب ہے۔ ہاں ایک عالم نے عورتوں کو دھوکا دینے کے لیے لگانے کو بھی جائز کہا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہم نے ثابت کر دیا کہ جن کتب کا نام لے کر مصنف نے عوام کو پھسلانے پریشان کرنے کی کوشش کی تھی کہ ان کتابوں کے مصنفین بھی کالے خضاب کو جائز کہتے ہیں۔ وہ سب کتابیں خضاب سیاہ کو صاف صاف حرام لکھ رہی ہیں مصنف صاحب کی چالاکی پاش پاش ہوگئی۔ ان کتب سے مصنف صاحب نے جن عبارتوں کو بیچ بیچ سے اُچکا ہے اُن کی تو صاحب کتاب تردید کر رہے ہیں۔ ہم نے پہلے بھی بیان کر دیا ہے کہ مذھبنا۔ اور مذھبی۔ ھٰذا احسن۔ ھٰذا صحیح۔ علیہ عامۃ المشائخ مذہب الجمہور۔ عند الجمہور۔ یہ تمام الفاظ مصنف کتاب کے اپنے مسلک کی دلیل ہوتے ہیں۔ واللہ ورسولہٗ اعلم۔ آخر میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کالے خضاب کی حرمت اور جواز کے دلائل میں واضح فرق یہ ہے کہ حرمت کی تمام دلیلیں جو ہم نے پیش کی ہیں وہ ۱۔ احادیث مبارکہ گے واضح اور صاف فرمان اور شدید وعیدیں ہیں ۲۔ آئمہ اربعہ کا مذہب ہے ۳۔ جمہور فقہاءِ امت کا مسلک ہے۔ لیکن جواز کے دلائل جو مصنف مرحوم نے پیش کئے وہ ۱۔ انفرادی اقوال عام اور غیر معروف راویان کے اپنے اپنے ہیں ۲۔ یا بعض صحابہ وتابعین کا صرف اپنا اپنا عمل ہے جس سے جواز کا دائمی فتوے پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ذاتی عمل کئی خصوصی نوعیتوں کا ہو سکتا ہے مثلاً ۱۔ بوجہ جہاد جیسے کہ امام حسن رضؓ وحسینؓ نے صرف جہاد کے لیے لگایا ۲۔ کسی جسمانی بالوں کی بیماری کی بنا پر ۳۔ ذاتی ایک دفعہ ۴۔ خاص جگہ پہنچ کر۔ جیسے کہ میدانِ جہاد ۵۔ کسی مجبوری کی وجہ سے وغیرہ وغیرہ۔ صحابہ وتابعین کا لگانا کسی ایسی ہی عارضی نوعیت کا ہو سکتا ہے۔ ورنہ وہ شمع رسالت کے پروانے احادیث کی مخالفت کیسے کر سکتے ہیں۔

وَاللہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔